The Charminar is as much the signature of Hyderabad as the Taj Mahal is of Agra or the Eiffel Tower is of Paris. Often called "The Arc de triumph of the East", Mohammed Quli Qutb Shah, the founder of Hyderabad, built Charminar in 1591

سفرِ دکن

A Journey to the City of Hyderabad Deccan

A Collection of J.Ali Bakash Dialogues & Lectures with the Islamic Community

Professor of
St.John's Divinity College Lahore

جس میں وہاں کے بعض مقامات کا دلچسپ بیان اور چند لکچر جو اہل اسلام کے لئے مختلف جگہوں میں دیے گئے اور اُن مباحثوں کا مختصر احوال جو وہاں کے بعض مسلمانوں سے ہوئے مندرج ہیں

مصنفہ
علامہ جے علی بخش
پروفیسر سنٹ جانز ڈونٹی کالج لاہور

۱۹۰۶ء

Urdu
April.20.2006
www.muhammadanism.org

فہرست مضامین

سفردکّن

پہلا باب
ریل کا سفر

موسم برسات اورچاندنی رات میں نوجوانوں کےدلوں
کے ولولے نہ مثل پوار بلکہ موسلادھار بارش کی صورت میں
بہ نکلتے ہیں۔ قدرت نے بھی عجیب ہمدردی اورموافقت
اس حالت سے دکھائی ہے۔میوجات جواس موسم میں پیدا
ہوتے ہیں وہ اس مثل کے انوکھے معنی کے مصداق ہیں۔ کہ
دریا کوزہ میں بند ہے ۔ پنجاب آموں کے باعث مشہورہے۔
آم وہ پھل ہے کہ بچے سے بوڑھے تک ہر ایک اس کا مزہ
اٹھاتاہے۔ رس کو زہ میں بند ہوتاہے اوربرسات کے شروع
ہوتے ہی اس رس کی ندیاں بہ نکلتی ہیں۔ باغوں کی سیرہوتی۔
آموں کی پچکاریاں دوستوں کی طرف چھوڑی جاتیں اوراس کے
رس سے گویاہوری کھیلی جاتی ہے۔یا یہ کہو کہ سربستہ رازوں
کی مہریں توڑی جاتی ہیں اوردلی خیال اُچھل اُچھل کردوسروں

کے دلوں کو نہال کرتے ہیں۔ اہل فارس نے اس کے لئے یہ چیستاں بنائی ہے۔

یک عجائب عجب دیدم درمیاں بوستاں
پوست اوبر موئے دیدم موئے اوبرا شخواں

یعنی باغ میں ایک ایسی عجیب چیزمیں نے دیکھی کہ اُس کا چمڑا بالوں پر تھا اوراُس کے بال ہڈیوں پر تھے۔

لیکن اس دل بہلانے والی موسم میں یہاں گرمی بھی خوب پڑتی ہے ۔ پسینے سے کپڑے تربتر ہوتے رہتے ہیں دراصل یہ موسم کپڑا پہننے کا نہیں۔ جب فطرت رقص میں آجائے ۔ تو انسان کیوں دامن چاک کرکے اُس کے ساتھ شریک رقص نہ ہو۔ پر انسان بیچارہ مجبور ہے۔ ادھر موسم کا یہ تقاضا اُدھر سوسائٹی اورتہذیب کی بندش ۔خاص کر ایسے زمانہ میں جب فن نے فطرت پر فتح حاصل کرلی ہو۔ کیا مجال کہ انسان عرُیان رہ سکے ورنہ تہذیب اُس پر وحشی پن کا فتویٰ دے کر دین ودنیا سے مردودکردے اس لئے ہر وقت چارجامہ رہنا اوردُمچی قازہ پوزی سب کو درست رکھناضرور ہے۔

اس موسم میں اگست کا مہینہ ایک سخت مہینہ ہے۔خاص کر جب برسات کافی نہ ہو۔ اس مہینے کی آٹھویں تاریخ بروزپیر ۱۹۰۴ئی کو مجھے حیدرآباد دکّن کی طرف روانگی کا اتفاق ہوا۔ اس وقت لاہورمیں گرمی ۹۰، ۹۴ کے درمیان تھی۔ اور حیدرآباد میں ۷۰، ۴۷ کے درمیاں۔ چند کپڑے کتابیں کونیں لیکر بمبئی ڈاک گاڑی میں ۳ بجے شام کے لاہورسٹیشن سے سوار ہوا۔ شام کو چھاؤنی جالندھر میں شب باش ہوا۔وہاں میرا چھوٹا بھائی کمسریٹ میں کام کرتا تھا۔ اُس کے ساتھ ایک روزرہ کر شام کو گاڑی پرسوا رہوا۔اس روز خوب بارش ہوئی ۔لاہوربیچارہ مصیبت کا مارا اس برسات کو کیسا ترس رہا تھا۔ دعا کی کہ لاہوربھی اس برکت باراں سے محروم نہ رہے۔ اب تو ریل تھی یا میں تھا۔ چلا چل ۔ دہلی سے گزرے آگرہ کے لال قلعہ کے دامن سے ہوتے ہوئے جھانسی، بھوپال پر نظر مارتے ہوئے گوالیار کا قلعہ نظر آیا۔ جو پہاڑی پر بستا ہے روایت ہے کہ قدیم زمانہ میں دیووں نے یہ بنایا تھا۔ کبھی یہ مضبوط قلعہ ہوگا۔ لیکن توپوں کے سامنے اس کی کچھ وقعت نہیں۔ جبکہ اس کے بالمقابل ایک اونچی پہاڑی ہے

جس پر توپ نصب کرنے سے قلعہ کے عین اندر گولہ مار سکتے ہیں۔ ریل اس کے تقریباً تین پہلو دکھادیتی ہے۔وہاں سے گوالیار کے جنگل میں سے گذرکر کھنڈوا بھوسوال وغیرہ ہوتے ہوئے منمار سٹیشن پر اترا وہاں بمبئی ڈاک گاڑی چھوڑکر حیدرآباد سٹیٹ ریلوئے پر سوا رہونا تھا۔یہاں سرکار کی طرف سے بابو لوگ مقرر ہیں کہ اسباب کی تلاشی لیں۔ چنانچہ بستر اور صندوق کھول کر دکھایا گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بعض لوگ چنڈوگانجا وغیرہ چھپا کر بیچنے کےلئے حیدرآباد وغیرہ کی طرف جاتے ہیں اس لئے سب مسافروں کی بلا امتیاز تلاشی ہوجاتی ہے۔ سچ ہے۔

چوازقومےیکے بیدانشی کرو

نہ کہ رامنزلت ماند نہ مہ را

ریلوئے کی یہ شاخ نئی نکلی ہے۔تقریباً دوسال سے یہ ریل جاری ہے۔ گاڑیاں عمدہ بنی ہوئی ہیں۔ تیسرا درجہ یہاں کا پنجاب کے دوم درجہ کو مات کرتا معلوم ہوتا تھا۔ انجن کی سیٹی متفرق تھی شائد اس لئے کہ انگریزی اور دیسی ریل میں سیٹی ہی سے فرق معلوم ہوجائے۔ چند سٹیشنوں کے گزرنے کے بعد اورنگ آباد کا سٹیشن آیا۔ نام سنتے ہی اُس زبردست مشہور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا سماں آنکھوں کے سامنے چھاگیا۔ وہ شعریاد آیا۔

اے سکندرنہ رہی تیری بھی عالمگیری

آپ دودن نہ جیا کس لئے دارا مارا

یہ وہ اورنگ زیب بہادر جس نے اپنے بڑھاپے میں دکن کو فتح کیا اور فروری ۱۷۰۷ئ کو اورنگ آباد میں دفن کیا گیا۔ اس نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ اس کے جنازہ پر ساڑھے چارروپیہ سے زیادہ نہ خرچ ہو۔ یہ ساڑھے چارروپیہ اُس نے دوٹوپیاں بیچ کر حاصل کئے تھے جس کو اُس نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔اورآٹھ سو پانچ روپے اُن قرانوں کو بیچ کر کمائے تھے جو اُس نے اپنے ہاتھ سے لکھے تھے۔یہ رقم اُس کی وصیت کے موافق غریبوں میں تقسیم کردی گئی ۔ اس اورنگ زیب عالمگیر کا مقبرہ عالیشان اس اورنگ آباد میں موجود ہے جس کی زیارت کےلئے بہت لوگ دور دور سےآتے ہیں۔یہاں ایک پانی کا انتظام قابل دید ہے ۔ غالباً اورنگ زیب کے عہد سلطنت میں کسی جگہ سے پانی شہر میں لایا گیا۔اورگھر گھر

رواں ہے۔ ابھی تک یہ ظاہر نہیں کہ کہاں سے یہ پانی آتا ہے اس کا انتظام ایک خاص فرقے کے سپرد ہے جو پشت درپشت اس کی نگرانی کرتے ہیں اوردوسروں پر اس راز کو ظاہر نہیں کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ واٹر ورکس کا انتظام قدیم لوگوں سے چھپا نہ تھا۔ البتہ انہوں نے ایسے فوائد کو مخصوص جگہوں میں محدود رکھا۔ آج کل وہ فوائد عام کردئے گئے ہیں۔یہاں سے گذرتے ہوئے اسکندریہ آباد پہنچے۔ راہ میں سوائے چکوترہ کے کوئی پھل نظر نہیں آیا اورسوائے چنوں کے اورکچھ بکتا نہیں پایا۔ البتہ ہوٹل میں کھانے کا انتظام سے گومہنگا ہے۔ پھر اسکندرآباد پہنچے یہ سکندرآباد بڑی بھاری انگریزی چھاؤنی ہے۔ حیدرآباد کی مدد کے واسطے کسی بغاوت کے فرد کرنے کے لئے غالباً انگریزی فوج منگوائی گئی تھی۔ اس نے وہیں چھاؤنی ڈالدی۔گواب ظاہر اس کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی لیکن یہ مستقل چھاؤنی ہے ۔ اس کے خرچ اخراجات کی حامل ریاست حیدرآباد ہے ۔ اس میں چند مشن آجکل کام کرتے ہیں۔ ایس ۔ پی ۔ جی مشن اور ویسین چرچ بہت مضبوط ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ پادری ایس۔ پی جی مشن کے ایک دیسی صاحبہ ہیں جو اچھے تعلیم یافتہ ہیں۔ انجمن پرہیزگاری بڑے زور شور سے کام کررہی ہے۔ اس کا انتظام برہمو سماج کے متعلق ہے ۔ اس اسٹیشن پر آدھے گھنٹے کے قریب گاڑی ٹھیر کر چند منٹوں میں حیدرآباد پہنچی اورمیں منزل مقصورپر پہنچ گیا۔

دوسرا باب
حیدرآباد

۱۲اگست ۱۹۰۴ئی کو میں حیدرآباد پہنچا۔ اورمشن ہوس کا راہ لیا۔ وہاں پادری گولڈ سمتھ صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ یہ صاحب آنریری مشنری چرچ مشنری سوسائٹی کی طرف سے یہاں چند سالوں سے ہندوستانی بولنے والے لوگوں میں کام کرتے ہیں ۔لاغر لیکن درازقد چہرہ سے ریاضت ونفس کشی کے آثار ظاہر تھے۔ سادہ طوروضع کے باعث ہرکس وناکس کے دل میں اُنہوں نے گھر کرلیا ہے ۔ محمدی اُنہیں ولی کہتے ہیں ۔ اورہوس رکھتے ہیں کہ ایسے شخص محمدیوں میں بھی پائے جائیں۔ اُن کی مہربانی سے مجھے یہاں آنے کا اتفاق ہوا۔ اس سفر کے اخراجات کے یہ متحمل ہوئے ۔اپنے گھر میں کمرہ رہنے کو دیا اپنے ساتھ کھانے کا انتظام کیا دیسی غذا کو مد نظر رکھا ایک رکابی چپاتی یا چاول کی ضرور ہوتی۔ تاکہ میں انگریزی کھانے سے آکتا نہ جاؤں۔ اُن کی خوش سلوکی اورخوش خلقی نے راہ کی رنج وکوفت کو چشم زدن میں اڑادیا ۔ یہاں ایک پرانے دوست بھی ملے جو باغ مہاں سنگھ میں رہ چکے تھے۔ اب ریاست میں ملازم ہیں۔ ان کے چچا محکم چند صاحب اچھے عہدہ پرممتاز تھے۔ ان کے رسوخ کے باعث ہیم چندر صاحب کو بھی اُسی دفترمیں جگہ مل گئی۔ یہ پادری تارا چند صاحب اجمیری کے صاحبزادہ ہیں۔ خلیق ، فروتن اورملنسار ہیں۔ ان کی ملاقات کرانے میں نہایت مدد دی۔ جمعہ کو آرام کیا۔ سنیچر کے روز مسز نندی اور ڈاکٹر نندی صاحب کی ملاقات کےلئے گیا۔ مسز نندی ڈاکٹر چٹرجی صاحب ہوشیار پوری کی صاحبزادی ہیں۔ ان کا خاندان خاطر تواضع مسیحی محبت اورنمونہ کے لئے پنجاب میں مشہور ہے۔ اس خاندانی خوبیوں پر مسزنندی نے اوربہت خوبیاں بڑھائی میں جن کے باعث ان کا گھر حیدرآباد میں مسیحی گھر کا نمونہ بن گیا ہے۔پنجابیوں سے خاص اُنس ہے۔ گویا اُن کی تو یہ پناہ گاہ ہیں۔ ان کی مدد کےلئے ہر وقت تیار رہتی ہیں۔ ڈاکٹر نندی صاحب بھی نہایت لائق سنجیدہ مزاج اورکم سخن شخص ہیں۔ ان سے ملاقات کرکے طبیعت کو نہایت فرحت حاصل ہوئی اورپنجاب کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔ دوسرے روز

اتوار تھا۔ صبح شام دونو وقت اتوار کو وعظ کرنے کا موقع ملا۔ صبح کو مکاشفہ ۲۔۱سے ۱۲تک پر وعظ کیا۔ خداوند نے جو پیغام افسس کی کلیسیا کو دیا تھا وہ پیغام حیدرآباد کی ہندوستانی کلیسیا کو سنایا گیا۔ شام کو یوحنا ۱: ۵۳ پر وعظ کیا اور بتایا کہ کس طرح آسمان کے کھلنے کا مسیحیوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔

شاید اس مقام پر حیدرآباد کا کچھ حال لکھنا خالی از لطف نہ ہوگا۔

یہ شہر ریاست حیدرآباد کا دارالخلافہ ہے۔ میر محبوب علی خاں صاحب بہادر نظام حیدرآباد ہیں۔ بڑے فیاض رحمدل رعایا پرور اور حلیم مزاج ہیں۔ شیر کے شکار کا خاص شوق رکھتے ہیں جابجا تصویریں دیکھنے میں آتی ہیں جن میں بندگان عالی شیر کا شکار کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ لقب نظام اورنگ زیب کے زمانے میں کلک خاں صوبہ دار دکن کو ملا۔ یعنی وہ آصف جاہ نظام الملک کہلایا۔ یہ نورانی شریف خاندان سے تھا اُنہوں نے حیدرآباد ریاست کی بنیاد ڈالی یہ تجربہ کا مدّبر اور بہادر شخص تھا۔ محمد شاہ کے زمانہ میں یہ دکن کے مالک ہوگئے۔ پھر ۱۷۲۲ئی میں دکّن سے اکثر شہنشاہ کے وزیر مقرر ہوئے لیکن بادشاہ کی عیاشی، لاپروائی اور غفلت سے دق ہوکر ۱۷۲۲ئی میں واپس دکّن کو چلے گئے اور حیدرآباد کو جو قطب شاہی خاندان کا قدیم صدر مقام تھا۔ اپنا دارالخلافہ بنایا۔ اس وقت سے لے کر اس ریاست نے ترقی کی۔ جب مرہٹوں کے مقابلے میں سوائے نظام الملک کے اور کوئی اس مہم کو سر انجام دینے والا نظر نہ آیا۔ اُسے بہت وعدے دے کر بلایا اس وقت اس بزرگ کی عمر ۹۳ سال کی تھی۔ مرہٹوں سے مجبور ہوکر صلح کرنی پڑی۔ یہ وہی زمانہ ہے جب نادر شاہ نے ہند پر حملہ کیا۔ دہلی کو لوٹا اور سارا مال اسباب اور شاہی خزانہ لے کر واپس گیا۔ نظام الملک بہادر نے ایک سو چار سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس کا بڑا بیٹا دہلی کے دربار میں تھا۔ چھوٹا بیٹا نظیر جنگ سر لشکر تھا۔ اُس نے فوراً شاہی خزانوں پر قبضہ کرکے اپنے تئیں نظام مشتہر کیا لیکن اُس کا بھتیجا مظفر جنگ دعویدار ریاست ہوا اور اُس نے چاندو صاحب اور فرانسیسی ڈوپلے صاحب کے ساتھ سازش کرکے نظیر جنگ سے مقابلہ کیا۔ مگر قسمت یاور نہ ہوئی

شکست کھا کر قید ہوگیا پھر نظیر جنگ اورڈوپلے صاحب میں
جنگ ہوئی اورنظیر جنگ قتل ہوا۔اورمظفر جنگ صوبہ دار
دکن مقرر ہوا۔ اور ۱۸۵۱ئ میں فرانسیسی فوج کے ہمراہ
حیدرآباد میں داخل ہوا۔ لیکن سازش سے مارا گیا۔ بوسے
فرانسیسی جنرل نے صلابت جنگ کوجونظیر جنگ کا بھائی
تھا فوراً صوبہ داردکن مقررکردیا۔صلابت جنگ کا بھائی نظام
علی وزیر تھا لیکن نظام علی نے اپنے بھائی کو مروڈالا ۔ اورخود
صوبہ دار دکن بن گیا۔ ۱۷۶۶ئ میں نظام نے انگریزوں سے عہد
وپیمان کیا جس میں انگریزوں کی طرف سے یہ شرط تھی کہ ہم
ایک قوی فوج سے اُس کے سلطنت کے ہر کام کے سرانجام
دینے میں جوراست ومناسب ہوگا مددینگے ۔ اُس وقت
مدراس کی حکومت مسٹرپلک کے ہاتھ میں تھی جوپہلے بطور
چپلین کے ہندوستان کوآیا تھا۔ لیکن طمع دنیاوی سے اپنے
پادری پن کو جواب دے کر سرکاری ملازمت اختیارکیا اوربڑا
مال ودولت حاصل کرکے انگلستان میں بیرونٹ(Baronet) کا
درجہ حاصل کیا۔ نظام حیدرآباد نے ۱۷۶۷ئ میں حیدرعلی
غاصب سے انگریزوں کے خلاف سازش کی لیکن چنگم میں
شکست پائی پھر بنگال سے انگریزی فوج نے آن کر ریاست
حیدرآباد پر حملہ کیا نظام علی یعنی نظام حیدرآباد ۔ اوراب
گھبرایا اورحیدرعلی کا ساتھ چھوڑکر انگریزوں سے صلح کی
درخواست کی ۔ چنانچہ۳فروری ۱۷۶۸ئ کو عہد نامہ لکھا گیا۔
جس میں نظام کو چارعلاقوں کے عوض سات لاکھ روپیہ دینا
منظورکیا گیا۔ انگریزوں نے یہ وعدہ بھی کیاکہ جب ضرورت
ہو تو دوپلٹنوں چھ توپوں کے ساتھ جو یورپین افسروں کے
ماتحت ہونگی نظام کی مدد کرینگے۔نظام علی نے اپنے بھائی
بصالت جنگ کو گنتورکا علاقہ دیا تھا۔ اب یہ قرارپایا کہ بعد
وفات بصالت جنگ وہ علاقہ سرکارانگریزی کے قبضے میں
آجائے۔ لیکن اگر وہ سرکارانگریزی کے کسی دشمن کو پناہ یا
مدددیگا توسرکار فوراً اُس پر قبضہ کرلیگی ۔ مگر اس نے
فرانسیسی افسروں کے ماتحت ایک فوج تیار کی اورآخرکار
سرکارکمپنی بہادرکو اپنا سارا علاقہ دیدیا۔ اورفرانسیسی افسر
نکالے گئے اور انگریزی فوج کا دستہ رکھا گیا اوراس انتظام کی
خبر نظام حیدرآباد کو دی گئی ۔اور نیز سات لاکھ روپیہ
سالانہ نظام کو دینا منظورکیا تھا۔ وہ چند سالوں سے ادانہ ہوا

تھا۔ اُس کا بھی تقاضا ہوا۔ اس سے نظام بڑا ناراض ہوا اور مرہٹوں اور حیدرعلی کے ساتھ سازش کی ۔ تاکہ انگریزوں کی طاقت دکن میں توڑ ڈالیں مگر گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کو جب پتا لگا تو اُس نے حیدرآباد کو مدراس گورنمنٹ سے علیحدہ کردیا گنتور کا علاقہ نظام کو واپس دیدیا اور روپے کے ادا کرنے کا بھی وعدہ کیا اس طرح سے یہ سازش ناکام رہی ۔ لیکن چونکہ نظام نے بصالت جنگ کی موقوف کردہ فرانسیسی فوج کو نوکر رکھ لیا تھا۔ اوریہ خلاف عہد تھا ۔ تو سرکار انگریزی نے اُس سے درخواست کی یہ فوج نکال دی جائے تب یہ روپیہ ادا کیا جائیگا۔ ۱۷۸۸ئ میں نظام علی کا ارادہ سلطان ٹیپو سے عہدوپیمان کرنے کا تھا۔ لیکن سلطان ٹیپو چونکہ حسب نسب کے لحاظ سے ادنیٰ درجہ کا تھا اس لئے نظام اس درخواست سے سخت ناراض ہوگیااورانگریزوں کے ساتھ ہی ملا رہنا چاہا۔ انگریزوں نے وعدہ کیا کہ مالا گھاٹ کا علاقہ جب ان کے ہاتھ آئیگا تو وہ نظام کو دینگے اور ۱۷۶۸ئ کے معاہدوں کے مطابق ہردشمن کے مقابلہ میں اُس کی مدد کرینگے اوراگلے سال نظام نے دس ہزارفوج سے لارڈکارنوالس کو ٹیپو کے مقابلہ میں مدد دی۔ لیکن ۱۷۹۳ئ میں نانافرنویس مرہٹوں کے سردار نے نظام کو دھمکیاں دینی شروع کیں اور نظام نے حسب معاہدہ سرجان شور سے مدد طلب کی لیکن وہاں سے انکار رہوا۔ ۱۷۹۵ئ میں مرہٹوں کی فوج اورنظام کی فوج کا مقابلہ ہوا مرہٹوں کی فوج کا شمار تقریباً ایک لاکھ تیس ہزار تھا اورنظام کی فوج کا ایک لاکھ دس ہزار۔ اوربمقام کرولا نظام علی کو شکست ہوئی اورتقریباً تین لاکھ پچاس ہزار پونڈ سالانہ آمدنی کا علاقہ مرہٹوں کو دینا منظورکیا۔ ۱۷۹۸ئ میں جب ٹیپو سلطان نے بونا پارٹ شاہ فرانس سے سازش کی کہ کسی طرح سے انگریزوں کو ہند سے نکال دے اورجب مرہٹوں اورگوالیار نے بھی انگریزوں کا ساتھ دینا نہیں چاہا تب نظام حیدرآباد نے فرانسیسی فوج کو موقوف کردیا۔ چھ ہزار انگریزی فوج کو اُن کی جگہ رکھ لیا اورانگریزوں کا ساتھ دیا۔ اُس وقت سے انگریزی تاثیر اوررسوخ برابر حیدرآباد میں چلا آیا ہے۔ جب ٹیپو کو شکست ہوئی تواس کا علاقہ انگریزوں اور نظام نے آپس میں بانٹ لیا اورانگریزوں نے نظام کو مرہٹوں کے حملوں سے بھی بچایا۔

نظام علی کی وفات کے بعد ۱۸۰۳ئی میں اُس کا بیٹا نظام مقرر ہوا اُس نے مرہٹوں کے ساتھ سازش کرنی چاہی۔ لیکن راز فاش ہوگیا اور انگریزوں نے درگزر کی۔ اس کے بعد نظام کی مالی حالت بگڑی اور باہر کمپنی اور دیگر ساہوکاروں نے بہت قرض دیا تھا اور اس کے عوض بہت سود اور نفع طلب کرتے تھے ۔ یہ حالت دیکھ کر گورنر جنرل نے پھر دخل دیا اور جو سات لاکھ سالانہ سرکار انگریزی نے نظام کو دینے کا وعدہ کیا تھا اس کے عوض ایک رقم کثیر یک مشت نظام کو دیدی گئی اور وہ خراج ہمیشہ کےلئے موقوف ہوگیا۔ لیکن اس عارضی مدد سے نظام کو بہت زیادہ فائدہ نہ پہنچا۔ بعد ازاں کوئی خاص واقع قابل ذکر نہیں گزرا۔

موجودہ نظام میر محبوب علی خاں صاحب بہادر نواب افضل الدولہ کے فرزند رشید ہیں ان کے پہلے وزیر اعظم سرسالار جنگ بہادر تھے نہایت ذیعقل متبر اور صاحب فہم تھے آج کل جو وزیر اعظم ہیں وہ راجہ راجایاں اور مہاراجہ راجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت ہیں وہ بھی ہر دلعزیز ہیں ہندوؤں محمدیوں کے اتفاق کی ایک مثال ہے کہ محمدی ریاست میں ہندو وزیر ہو۔ جیسے مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کے پاس فقری صاحب تھے۔ ریاست پٹیالہ میں بھی محمدی وزیر ہوا کرتے تھے ۔ ۱۸۰۰ئی میں ایک عہد نامہ سرکار انگریزی اور نظام کے درمیان ہوا تھا۔ جس میں حضور نظام نے وعدہ کیا تھا۔ کہ میں چھ ہزار پیادہ اور نو ہزار رسالہ بوقت جنگ سرکار کی مدد کےلئے بھیجونگا۔ نیز اپنی ساری فوج سے مدد کرونگا۔ اب اس فوج کے عوض کنٹجنٹ فوج آٹھ ہزار دوسو سوار و پیادہ انگریزی افسروں کے ماتحت ساتھ چھاونیوں میں رکھی گئی ہے۔ ریاست خوشحال معلوم ہوتی ہے پولیس اور فوج کا انتظام اچھا ہے۔ خزانہ معمور ہے ریزیڈنٹ صاحب کا محل شہر سے باہر ہے۔ شہر میں سکہ مغلیہ نظانیہ ہے ۔ رزیڈنسی میں انگریزی سکہ چلتا ہے۔ ویسا ہی شہر کے اندر ریاست کا ڈاکخانہ ہے۔ رزیڈنسی میں انگریزی ۔ یہ دو عملی البتہ باعث خرابی ہے۔ اچھا ہوتا اگر ایک ہی انتظام رہنے دیتے۔ مصریحہ رموز سلطنت خویش خسرواں دانند۔

موجودہ نظام دکن کے بارہ میں یہ عجیب افواہ سنتے
ہیں، کہ آنحضرت کو سانپ کے ڈسے کا ایسا عمل یاد ہے کہ اگر
سانپ کے ڈسے شخص کے کان میں زور سے یہ کہہ دیا جائے
کہ میر محبوب علی خاں کی دہائی اور مارگزیدہ شخص وعدے
کرے کہ میں اتنے عرصہ کے اندر خود حاضر خدمت ہونگا۔
تو سانپ کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اس قسم کا عمل سگ بریدہ
کا ایک اور نواب صاحب کو یاد ہے اور وہ مفت علاج کرتے
ہیں۔ آج کل کی ڈاکٹری کیا کہیگی۔

تیسرا باب

انجمن پرہیزگاری

اس علاقہ میں تاڑ کے درخت بکثرت ہیں۔ تاڑ کے دود
کی گویا ندیاں جاری ہیں۔ ہرکس وناکس کے گھر میں تاڑ کے
دور جاری ہیں آنکھوں میں سسرور دل میں فرحت لیکن دماغ
میں فتوراسی کا چوچلہ ہے۔ تازہ رس تو خوشگوار شربت ہے
لیکن ذرا دیر رکھنے سے شراب سے بدل جاتا ہے۔ اور دل ودماغ
کو خراب کرتا ہے اگرچہ محمدی ریاست ہے لیکن شراب کے
لحاظ سے محمد شاہی درو ہے۔ اس لئے اس کثرت شراب نوشی
کو رد کرنے کے لئے کئی انجمنیں پرہیزگاری کے متعلق جاری
ہوگئی ہیں۔ اگرچہ یہ بھی ایک فیشن ہے۔ چنانچہ بعض لکچرار
کے بارہ میں جو مے نوشی کے خلاف لکچر دیتے ہیں یہ سنا گیا
کہ وہ پیکر لکچر دیتے ہیں۔ بعضوں کا خیال ہے کہ ایسی انجمن
کی ضرورت وہاں اس لئے ہے۔ کہ انگریزی شراب کی بکری وہاں
بہت کم ہے اور دیسی شراب کی مخالفت او رممانعت ہر
طرح سے کی جاتی ہے۔ دیسی شراب خانہ بند ہوا اور انگریزی

شراب خانہ خراب کو ترقی ہو۔ ورنہ خالص سنیدھی اورتاڑی سے کہتے ہیں کہ وہ نقصان ہرگزنہیں ہوتا جو انگریزی شرابوں سے ہوتا ہے ۔ انگریزی شرابوں میں الکحل بہت زیادہ اورمادہ غذایہ بہت کم ہوتا ہے۔پھربھی ایسی انجمنیں مفید ہیں اگرچہ ان میں اکثر وہی لوگ شامل ہوتے ہیں جو پہلے ہی اس سے کنارہ رہتے ہیں لیکن وہ انجمن کے ممبرہونے کی حیثیت سے اوروں پر اس کی قباحتیں ظاہر کرکے ان کو پرہیزگاری کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرسکتے ہیں۔

ایسی انجمن کی ایک شاخ مشن احاطہ میں پادری گولڈ سمتھ صاحب کے ذریعے جاری ہوئی ۔ایک محمدی نوجوان سکرٹری بھی مقررہوا لیکن ابھی کوئی باقاعدہ انتظام نہ ہوا تھا اورنہ کوئی کمیٹی مقررہوئی تھی کہ کاروبارکو سر انجام دے میرے حیدرآباد میں جانے پر پادری صاحب نے ایک جلسہ عام کیا۔ ۲۵اگست کو بہت نوجوان جمع ہوئے اورکہا گیاکہ پرہیزگاری کے بارہ میں لکچردوں چنانچہ میں نے چند امورکا بیان مے نوشی کے خلاف کیا۔ وہ چند اموریہ ہیں۔

- پرہیزگاری سے مراد

(الف۔) اعتدال سے بچنا۔

(ب۔) مضریات سے بچنا۔

(۱۔) اعتدال سے مراد ہے میانہ روی یعنی نہ کثرت کی طرف جھکنا نہ تلت کی طرف۔ چنانچہ ارسطو نے کہا ہے " خیرالاموراوساطہیا۔

(۲۔) مضریات۔ یعنی نقصان دہ چیزیں یعنی اُن سے کرنا چاہیے ۔

(ج ۔) مے نوشی۔

(۱۔)قانون اعتدال کے خلاف ہے۔

(۲۔)مضریات میں سے ہے کیونکہ الکحل جو شراب میں پایا جاتا ہے وہ زہر ہے۔ جس سے اعضائے رئیسہ دل ، دماغ، گردہ وغیرہ کو نقصان پہنچتا ہے ۔

(د۔) مے نوشی کے نقصانات ۔

(الف)(۱۔) اس سے لے پروائی پیدا ہوتی ہے اگرچہ شراب خور بڑی خاطر کرنے والے ہوتے ہیں اور دوسروں کو اپنی شراب میں سے مفت دینے کو راضی ہوتے ہیں۔ لیکن سخت لاپروائی اُن میں پیدا ہوجاتی ہے۔وہ اس لڑکے کی مانند ہیں جو

کسی کرارے پر چل رہا ہے گیت گاتا اورخوشی میں مست ہے لیکن نیچے کھڈ پر اس کی نظر نہیں پڑتی۔ محمد شاہ بادشاہ کا حال یا دہے۔ کہ جب نادرشاہ نے اُسے خط لکھاکہ میرے بعض آدمی بھاگ آئے ہیں اُن کو پکڑ کر واپس کردو جب یہ خط پہنچا تو محمد شاہ صاحب کے سامنے شراب کا دور چل رہا تھا۔ بادشاہ نے خط لے کر شراب کے پیالہ میں ڈبودیا اور کہاکہ " ایں دفتر بے معنی غرق مے ناب" نتیجہ یہ ہوا کہ نادرشاہ دلی تک آگیا تب محمد شاہ کو ہوش آئی ۔ دلی میں تین دن تک قتل ہوا۔ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ مغلیہ جاہ وجلال تخت طاؤس وغیرہ لوٹا گیا۔ یہ نتیجہ اس شراب خانہ خراب کا تھا۔کہ اُس نے ایسی لے پروائی محمد شاہ کی طبیعت میں پیدا کردی تھی۔

(۲۔) اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ ہوش کسی کام کی نہیں ہرتی منصبی فرائض ادا نہیں ہوسکتے۔ کئی شخصوں کے بارہ میں یہ مشاہدہ ہواکہ سرکاری عہدے اُن سے چھن گئے۔ سخت ذلت سے پیٹ پالنے کی نوبت آئی ۔ اسی شراب کے باعث۔

(۳۔)بدن سے بھی آدمی غافل ہوجاتا ہے۔ ایک نوجوان لاہورمیں تھا جس نے شراب کی حالت میں اپنے آپ کو پھونک لیا۔ اورجل کرکباب ہوگیا۔

(۴۔) شرابی اپنے خاندان سے بھی غافل ہوجاتا ہے۔ ایسے شخص کا حال یا دہے جو اپنے دوستوں کے ساتھ گھرمیں شراب پیا کرتا تھا۔ اوروہ ہی دوست اُس کی بیوی اوربہنوں کو نکال لے گئے اورآں حضرت کو پیچھے ہوش آئی۔

(۵۔) عزت کی پروا شراب کو نہیں رہتی۔

(٦۔) دین سے غافل ہوجاتا ہے مجھے ایک شخص سے گفتگو کا اتفاق ہوا۔جس نے بیان کیاکہ جب سے شراب کی عادت اُس کو ہوئی دین کی طرف سے نہ صرف غفلت ہوئی بلکہ دین کا انکارکیا اوردہریہ بن گیا۔اورشائد یہی وجہ تھی کہ احبار۱۰۔ ۹ میں یہ ہدایت کاہنوں کو ہوئی ۔

" جب تم جماعت کے خیمے میں داخل ہو تو مے یا کوئی چیز جونشہ کرنے والی ہو نہ پیجیئواورنہ تیرے بیٹے نہ ہو کہ تم مرجاؤ۔۔۔۔تاکہ تم حلال اورحرام پاک اورناپاک میں تمیزکروتاکہ تم سارے احکام بنی اسرائیل کو سکھاؤ۔

(۷۔) فضول خرچی تو شراب نوشی کا قدرتی نتیجہ ہے یہ زمانہ ہی فضول خرچی کا ہے اور فضول خرچی کا انجام کنگال پن ہے۔

(۸۔) شرابی سوسائٹی کے سامنے ایک بدنمونہ ہے خود شرابی بھی اس بات کا قائل ہے اس لئے اکثر شرابی اپنے عزیزوں سے چوری پیتے ہیں۔ شرابی کا اعتبار کیا نہیں جاتا۔

(۹۔) زناکاری اس کی رفیق بہن ہے۔ اورتباہی کی یہ ماں ہے۔ کولمبس کی زندگی کا احوال پڑھنے سے معلوم ہوا کہ جب یورپین کے ذریعے جزیروں میں شراب داخل ہوئی وہ جزیرے جو پہلے لہلہاتے اورسر سبز نظر آتے اورانسان سے آباد تھے اب تباہ ہوگئے ہیں۔

(ب۔) بدنی نقصانات۔

(۱۔) معدہ کو شراب کمزور کردیتی ہے ۔ کہتے ہیں کہ شرابی کے معدہ پر خاص داغ ہوجاتے ہیں۔

(۲۔) تپ دق کا خاص ایک سبب مے نوشی ہے۔

(۳۔) عقل پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ دماغ جو ایسا نازک اورلچلچا ہوتا ہے وہ شراب کے ذریعے سخت ہوجاتا ہے ۔ اوراپنا معمولی کام نہیں کرسکتا پس ایسے سخت دیو کا مقابلہ کس طرح کرنا چاہیے۔

(ہ۔)(۱۔) بعض سمجھتے ہیں کہ مے خانوں کے آگے جاکر شراب کی مذمت کرنا چاہیے تاکہ جو شراب پینے وہاں جاتے ہیں اُن کو شراب کے نقصان معلوم ہوجائیں۔ لیکن اس سے تو شراب خانوں کا اچھا اشتہار ہوجاتا ہے۔ اورشائد اس روز زیادہ بکری ہو۔

(۲۔) دوسرے رسالے اورپرچے مے نوشی کے خلاف شائع کرنا۔

(۳۔) اس قسم کے جلسے کرنا جس میں حاضرین پر پرہیزگاری کے فوائد ظاہر کئے جائیں۔

(۴۔) لیکن سب سے بڑھ کر شخصی کام ہے اگر ہر شخص جس نے پرہیزگاری کا عہد کیا ہے اپنے کسی دوست یا آشنا کو جو اس مرض میں گرفتار ہو بچانے کی کوشش کرے تو بہت جلد یہ کام کامیاب ہوگا۔ دیوجانس کلبی کی مثال مجھے خوب یادرہتی ہے۔ کہ جب وہ کسی دوست کو کسی ضیافت میں جاتے دیکھتا تواس کو بغل میں لے لیتا اورایسے تپاک

اورہمدردی سے بیان کرتا کہ وہاں توایک رقاب میں ہیضہ ایک میں گھٹیا ایک میں فلاں دوسرے میں فلاں مرض ہے اوراُس دوست کو پھسلا کراُس کے گھرپہچنا دیتا اگرہم کویقین ہے کہ شرابی ایسے خطروں سے گھرا ہے اورہم نے فی الحقیقت اُس کی بہبودی چاہتے ہیں توہم بھی اس قسم کا سلوک کریں۔

(۴۔) مے نوشی کے خلاف عہد لینا یا قسم کھانا اکثر مفید ہے۔ اس کے ذریعہ ہم ایک دوسرے کو پہچان سکتے ہیں۔ ہم کو یہ وعدہ یاددلاتاہے رہتاہے۔ اس کے ذریعے دوست شراب نوشی پر مجبورنہیں کرتے۔

(۵۔) لیکن یہ سارے وسائل ناقص رہینگے۔جب تک خدا کی طرف سے مدد نہ ملے اوراس مدد الہٰی کےلئے خدا سے دعا مانگنا نہایت ضرورہے۔

میرے لکچر کے ختم ہونے کے بعد ایک مسلمان نوجوان عظیم الدین نامی نے اور بعدہ پادری گولڈ سمتھ صاحب نے کچھ بیان فرمایا۔ بعدہ بعض لوگوں نے عہد پر دسختط کیا۔ اورپرہیزگاروں کا شمار ۳۵ کے قریب ہوگیا۔ ان ممبروں میں سے کمیٹی چنی گئی۔ پادری صاحب نے چائے اور بسکٹ پیش کی جس میں مسیحی اور مسلمان شریک ہوئے اورجلسہ برخسات ہوا۔

چوتھا باب

نومسلم کا لکچر

حیدرآباد میں ایک بنگالی برہمن ادھڑ عمر کے رہتے تھے۔یہ صاحب علم فلسفہ میں ڈاکٹر تھے یورپ کے بعض ممالک کا سیربھی کرچکے تھے ، مختلف مذاہب سے واقفیت بھی حاصل کی تھی۔ مسیحی مذہب کی طرف بھی توجہ رہی لیکن آخرکارجامع مسجد میں کلمہ پڑھ کر محمدی بن گئے اُنہوں نے فتح میدان میں مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کے سامنے اپنے مسلمان ہونےکی وجوہات بیان کیں اوراثنا ئے تقریرمیں یہ بھی بتایا کہ کیوں وہ مسیحی نہیں ہوئے ۔میں اور پادری گولڈ سمتھ صاحب بھی ۲۶اگست ۱۹۰۴ئی کو یہ لکچر سننے فتح میدان میں گئے۔ یہ میدان خوبصورت وسیع گھوڑدوڑ کے لئے مخصوص ہے۔ ایک مکان بھی بناہوا ہے جس میں ایک بڑا ہال ہے۔ جہاں وقتاً فوقتاً لکچرہوا کرتے ہیں۔ لیکن اس

وقت میدان میں خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ وہاں کئی سومسلمان لکچر سننے کو جمع ہوئے۔ ہمیں خاص اس امر کا خیال تھاکہ وہ مسیحی مذہب کے متعلق اپنی رائے کیا ظاہر کرتے ہیں ۔ چنانچہ اُنہوں نے مفصلہ ذیل وجوہات مسیحی دین سے علیٰحدہ رہنے کی بیان کیں۔

(۱۔)مسیحی جماعت میں رومی کلیسیا اوراُس کے خادمان دین کی طرززندگی اُن کو بڑی پسند تھی۔ اگروہ مسیحی جماعت میں شامل ہوتے تو رومی کلیسیا میں داخل ہوتے لیکن کئی وجوہات سے داخل نہ ہوئے۔

- مسیحیوں کا مسئلہ کفارہ ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔
- عذاب ابدی کا مسئلہ ان کو تمیز وعقل کے خلاف معلوم ہوا۔
- مسئلہ تثلیث نے خاص کر (جیسا مقدس اتھاناسیس کے عقائدہ نامہ میں مذکورہے)اُن کی عقل کوحیران کردیا۔
- مسائل کی کثرت نے اُن کو ڈرایا۔ (جیسا کہ انتالیس مسائل دین انگریزی کلیسیا کے ہیں)۔

علاوہ ازیں مفصلہ ذیل امور نے اُن کو خاص کراسلام کی طرف رجوع کیا۔

(۱۔) محمدی دین کی تواریخی بنیاد ہے۔ حضرت محمد کی ہستی پر تواریخی طورپر کوئی شک نہیں ڈال سکتا ۔ حالانکہ بدھ اورمسیح کی ہستی پر لوگوں نے شک ڈالے ہیں کہ آیا کوئی ایسے اشخاص فی الحقیقت گزرے ہیں یا نہیں۔ لیکن حضرت محمد کی ہستی اظہرمن الشمس ہے۔

(۲۔) حضرت محمد کی زندگی ایسی عجب اور موثر اور بے داغ ولوث گزری ہے کہ کوئی اس پر داغ نہیں لگا سکتا۔

(۳۔) محمدی دین میں کوئی وہمی اورخیالی باتیں نہیں۔ جیسے کہ دیگرمذاہب میں ہیں۔

(۴۔) قرآن ایسی اعلیٰ کتاب جہان میں ہے کہ کوئی کتاب اس کی ثانی نہیں۔اس کی صحت کے قائل دوست ودشمن دونو ہیں۔ مسیحی نوشتوں کی مانند نہیں کیونکہ اُن کی صحت کے قائل خود مسیحی نہیں قرآن میں ایسی یگانگت پائی جاتی ہے ۔ کہ کسی اورکتاب میں پائی نہیں جاتی۔مسیحیوں کی کتابیں صحیح سالم ہم تک نہیں پہنچیں جیسے کہ قرآن پہنچا

ہے اور قرآن میں کوئی قصہ کہانی یا فساد نہیں جیسے دوسری مذہبی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔

(۵۔) ایک خدا کی تعلیم ہے نہ تین خداؤں کی۔

(۶۔) عام فہم مسئلہ نجات یہ ہے من قال لا اللہ الا اللہ ۔ پس جس نے کہہ دیا لا الااللہ پس وہ داخل ہوگیا جنت میں اس میں انتالیس مسائل کا جھمیلانہیں۔

(۷۔) محمدی دین عملی ہے۔ یعنی انسان اُس پر عمل کرسکتا ہے۔ بدھ اور مسیحی دین کی ہدایات عملی نہیں وہ انسان کی طاقت سے بڑھ کر ہیں۔ مثلاً یہ ہدایت کہ جب کوئی تیری داہنی گال پر طمانچہ مارے تو بائیں گال بھی اُس کے آگے کردے ۔ کون اس پر عمل کرسکتا ہے روس جہاں سب سے زیادہ مسیحی دین کا چرچا ہے اور خود شہنشاہ خاص دیندار بادشاہ دین کا حامی ہے۔ وہ جاپان کے ساتھ کیوں لڑرہا ہے۔ شائد اُس کا شکست پر شکست پانا اسی ہدایت پر عمل کرنے کا باعث ہے کہ وہ داہنی گال پر مارکھاکر جاپان کو کہتا ہے کہ آب بائیں پر بھی مارلے۔ تجرد کی جو تعلیم اوررواج مسیحیوں میں ہے، اُس کی قباحتیں سب پر روشن ہیں۔ ایک بیوی رکھنے کا یہ نتیجہ ولایت میں ہوا ہے۔ کہ ایک ایک عورت کئی کئی خاوند رکھتی ہے۔ لیکن برخلاف اس کے محمدی دین میں دوتین چارتک بیویاں کرسکتے ہیں۔

بعدہ چند یورپیں لوگوں کا ذکر کیا۔ جنہوں نے محدی دین کی تعریف کی اورمحمدیت کو ترجیح دی۔ اوراُن میں سے بعضوں نے مرتے وقت محمدی دین کو قبول کیا۔

پس یوروپ محمدی دین کے واسطے گویا تیار ہے۔ حیدرآباد میں ایک انجمن اشاعت اسلام کی ایسی ہونی چاہیے جو یوروپ میں محمدی مشنریوں کو بھیجے اور میں بھی اپنی خدمت ایسی انجمن کی نذکرنے کو تیارہوں۔

لکچر ختم ہونے پر بڑی تالیاں پیٹی گئیں۔خوشی کے نعرے بلند ہوئے۔ بعداس کے انگریزی لکچر کا اُردو ترجمہ پڑھ کر سنایا گیا۔ اُس کے بعد مولانا گرامی صاحب جالندھری نے چند اشعار محمد صاحب کی تعریف میں پڑھ کر سنائے۔ جن میں اُنہوں نے محمد صاحب کا مقابلہ دیگر پیغمبروں خاص کر مسیح سے کرکے اُن کو سب سے اعلیٰ ٹھہرایا۔اُنہوں نے ذکر کیا کہ پورمریم کا تویہ معجزہ تھا۔ کہ اپنی سانس سے مردہ کو

زندہ کیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت محمد کا یہ معجزہ تھاکہ روحانی مردوں کو زندگی دیتے اورجو اُن پر ایمان لاتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا۔اورمسیح تو اندھوں کو روشنی دیتے تھے۔ لیکن محمد وہ نور ہے جو دنیا کی پیدائش سے پیشترخلق کیا گیا۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

پانچواں باب

میں مسیحی کیوں ہوں

ڈاکٹر نشینی کنٹھ کےلکچر کے بعد پادری گولڈاسمتھ صاحب نے فرمایا کہ یہ مناسب ہوگاکہ ایک لکچر مسیحیوں کی طرف سے دیا جائے ۔ جس میں اُن اعتراضوں کی تردید ہو۔جو ڈاکٹر صاحب نے اپنے لکچر میں مسیحی دین پر کئے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے یہ تجویز کی کہ میں اپنے مسیحی ہونے کا حال سناؤں ڈاکٹر صاحب توہندو دین چھوڑکر محمدی ہوئے تھے۔ میں محمدی دین چھوڑکر مسیحی ہوا تھا۔اگران وجوہات کا ذکر کیا جائے ۔ جن کے باعث میں نے محمدیت کو ترک کیا توعین مناسب اورحسب الموقع ہوگا۔ چنانچہ اُنہو ں نے سنیچر کو نوٹس چھپوائے کہ پادری علی بخش پنجابی اور پادری گولڈ اسمتھ صاحب یکم ستمبر کو بروزجمعرات اس مضمون پر لکچر دینگے۔کہ " میں مسیحی کیوں ہوں"۔ نوٹس شائع کئے گئے ۔ اتوارکومیں نے وعظ کےلئے مکاشفہ ۲۔ ۸ سے

۱۱تک کولیا اوراس امر کو ظاہر کرنا چاہا۔ کہ موت تک وفادارہ رہ تو میں زندگی کا تاج تجھے دونگا۔

یکم ستمبر کو مشن ہوس کے احاطہ میں میزکرسی بنچ لگائے گئے ،کپتان فالین صاحب میر مجلس مقرر ہوئے۔ اور شام کے وقت لکچر شروع ہوا۔

لکچر

اس عجیب موقع کےلئے میں خداوند کریم کا ممنون احسان ہوں اوراسی سے یہ دعا ہے کہ وہ اس موقع کو اپنے جلال اوراپنے بندوں کی ہدایت کا وسیلہ بنائے۔

(الف۔)جس امر کا ذکر کیا چاہتاہوں ۔ وہ یہ ہے کہ میں کیوں مسیحی ہوں؟ ہر فرد بشر پر لازم ہے کہ یہ سوال اپنے آپ سے کرے کہ میں کیوں ہندویا محمدی یا مسیحی ہوں۔ سیلاب زمانہ کے ساتھ بہانہ چلا جائے۔ خواب غفلت میں رہ کر دین ودنیا کو ہاتھ سے کھونہ بیٹھے بلکہ سنبھلے اورخبردار ہو۔ آنکھیں کھول کر دیکھئے میں کون ہوں کہاں ہوں۔ اُمید ہے آپ جو یہاں تشریف لائے ہیں اوراپنے عزیزوقت کو اس لکچر کےلئے گویا وقف کرچکے ہیں ۔ ضروران چند خیالات سے فائدہ حاصل کرینگے۔

(۱۔) جب کوئی شخص اپنے سے یا کسی دوسرے سے یہ سوال کرے کہ میں کیوں یا تم کیوں ہندویا محمدی یا مسیحی ہوتو اکثرصورتوں میں یہی جواب ملیگا۔پیدائش سے ۔ میرے والدین کا یہی مذہب تھا۔ اس لئے میرا یہی مذہب ہے۔ میں اپنے والدین سے دانا وبزرگ نہیں۔ اس لئے میں انہیں کے مذہب کا پیرو ہوں۔میں نے اسی مذہب میں تعلیم وتربیت پائی۔ مجھے یہی اچھا اورعمدہ مذہب معلوم ہوتاہے۔ اکثر یہی جواب دینگے خواہ ہندو ہوں خواہ محمدی اورمسیحی۔ ہندو لوگ تو اس کو گو ان کے اصول کے خلاف ہو ایسا پختہ مانتے ہیں کہ وہ تبدیلئے مذہب کو سخت گناہ سمجھینگے۔ ان کے نزدیک مذہب سے نکلنا قوم سے نکل جانا ہےالبتہ اس روشنی کے زمانے میں آریاؤں نے جب دیکھا کہ اس قوم میں سے اخراج ہی اخراج ہے محمدی اور مسیحی اس قوم کو بتدریج گھٹارہے ہیں تواُنہوں نے بھی آمد کی صورت نکال لی۔ اوردیگر مذاہب میں سے مرید بنانا شروع کئے۔ چنانچہ حال ہی میں

ایک محمدی تعلیم یافتہ بی ۔ اے گوجرانوالہ میں آریا بن گیا۔اور اب ہندو مذہب کی تعلیم کےلئے شائد بنارس گیا ہے۔ لیکن مسیحی اورمحمدی تبدیلی مذہب کو اگر جائز وسیلوں سے ہو تو عیب نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ان کے پیشوا یعنی حضرت ابراہیم اورحضرت محمد اپنے آبائی مذاہب کو چھوڑکر ایک نئے مذہب کے نہ صرف پیرو بلکہ بانی ہوگئے اورہزاروں لاکھوں کو ان کے آبائی مذاہب سے نکال کر اپنے اپنے مذہب میں شامل کیا۔ پھربھی کم تعلیم یافتہ یا متعصب صاحبان کسی کی تبدیلی مذہب کو بُرا جانتے ہیں اورسمجھتے ہیں کہ جس مذہب میں کوئی پیداہوتا ہے اسی مذہب میں ضروراُس کو رہنا چاہیے۔لیکن اے صاحبان یہ بڑی غلطی ہے۔ یادرکھئے کوئی شخص اپنی پیدائش سے ہندومحمدی یا مسیحی نہیں ہوتا۔ ہرمذہب اصولاً ایسی رائے کے خلاف ہے۔ ہندوں کا مقولہ ہے کہ جنم کے لحاظ سے ہر کوئی شودرہوتا ہے۔ کرم کے لحاظ سے برھمن چھتری وغیرہ بن جاتا ہے۔محمدی اگرچہ کہتے ہیں کہ ہر شخص فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس کے معنی غلط طورسے لیتے ہیں۔ چنانچہ ان کا رواج اس

معنی کی غلطی کو ظاہرکررہا ہے۔ جب کوئی بچہ محمدی خاندان میں پیداہوتا ہے تواس کو تکبیریاکلمہ سنایا جاتا ہے۔ تب گویا وہ مسلمان ہوتا ہے۔ ویسے ہی ختنہ جس کا نام ہی پنجاب میں مسلمانیاں ہے بچہ کو مسلمان بنادیتا ہےگو یہ فرض نہ ہو لیکن ایسی سنت ہے ۔ کہ شائد کوئی مسلمان خاندان اپنے لڑکوں کو بلاختنہ رہنے نہ دیگا۔ اورفرض اداہوں یا نہ ہوں۔یہ سنت ضروروارد ہونی چاہیے۔ یہ سنت حضرت ابراہیم سے چلی آئی ہے جس کو بڑھاپے میں ختنہ کا حکم ملا اوراُس نے بڑھاپے میں اپنا اوراپنے بچوں کا ختنہ کرایا۔ محمدی جو ملت ابراہیم پر چلنے کا دعوىٰ رکھتے ہیں ضروراس رسم پربھی عمل کرتے ہیں۔ دس پندرہ سال سے پیشتریہ سننے میں نہ آیا تھاکہ کوئی شخص بلاختنہ کرائے بھی محمدی ہوسکتا ہے۔ آج کل جب یوروپین میں سے بعض لوگ محمدی ہوگئے اُن کو ختنہ کی تکلیف نہ دی گئی ۔ عام محمید اب تک غالباً کسی نامختون کو اپنی بیٹی نکاح میں دینا نہ چاہینگے۔ افسوس ہے کہ محمدی اس رسم کوآجکل ڈھیلا کرنے لگے ہیں۔ یہ نو مسلم کی سچائی کا

اچھا معیا رہوتا۔ جو شخص ختنہ کی تکلیف کو گوارا کرنا نہیں چاہتا وہ اس مذہب کے لئے جان دینے کےلئے کب تیا رہوگا۔

مسیحیوں کا تویہ اصول ہے اوربچپن ہی سے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ سرشت سے ہم گناہ میں پیدا ہوتے ہیں اور قہر کے فرزند ہیں ۔ لیکن روح اورپانی کے بپتسمہ کے ذریعے آسمان کی بادشاہت کے وارث ہوجاتے ہیں۔

پس اے حضرات یہ دلیل کافی نہیں۔ بیشک ایماندار گھرانے میں پیدا ہونے سے کئی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن نجات کسی گھرانے یا مذہب میں پیدا ہونے پر موقوف نہیں۔ سیدنا مسیح نے فرمایا ہے کہ" جو کوئی ایمان لاتا ہے اوربپتسمہ پاتا ہے وہ نجات پائے گا"۔

میں مسیحی گھرانے میں توپیدا نہیں ہوا اوراس لئے ان حقوق سے جو ایماندار مسیحی خاندان میں پیدا ہونے سے اولاد کو حاصل ہوتے ہیں ان سے مدت تک محروم رہا۔ میں غیر مسیحی خاندان میں پیدا ہوا اورپیچھے خدا کے فضل سے مسیحی ہوگیا۔

(۲۔) اب یہ سوال رہاکہ کیوں میں نے آبائی مذہب محمدی کو چھوڑا اورمسیحی دین اختیا رکیا۔ یادرہے کہ کسی مذہب کے ترک کرنے کے کئی ایک اسباب ہوا کرتے ہیں۔ اُن کو میں تین اقسام پر تقسیم کرتا ہوں۔

اول ۔ ادنیٰ یا دنیاوی وسائل ، مثلاًزر، زن، سوشل حالت وغیرہ اکثر وہ لوگ ان دنیاوی وسائل کے باعث ایک مذہب کو دوسرے مذہب سے بدل ڈالتے ہیں جو یا تو دین کو مانتے ہی نہیں دہریہ خیال کے ہوتے ہیں یا سمجھتے ہیں کہ سب دین یکساں ہیں یا اپنے دین کی نسبت اعلیٰ خیال نہیں رکھتے۔ دہریہ خیال کے لوگ ایک مذہب کو جو ظاہر اختیار کئے ہوئے تھے۔ منفت دینوی کےلئے زرکی اُمید پر عورتوں کی اُمید پر عزت کی اُمید پر ظاہر اوردوسرے مذہب سے بدل ڈالتے ہیں لیکن دل میں وہ جانتے ہیں کہ نہ وہ مذہب درست تھا۔ نہ یہدرست ہے جودنیاوی نفع ان سے مل جائے وہ غنیمت ہے۔ اورجو لوگ سب مذہبوں کویکساں جانتے ہیں وہ اُس مذہب کو قبول کرینگے۔ جس کے ساتھ دنیاوی منفعت بھی شامل ہے۔ یہ ان کی دانائی ہے۔ آج کل کسی نہ کسی وجہ سے

مذہب کے تبدیل کنندوں پر یہی الزام لگایا جاتاہے۔ اگرہندومحمدی ہوجائے تو ہندو یہی کہینگے کہ کسی دنیاوی غرض سے زریا زن کی خاطر محمدی ہوا ویسے ہی اگر کوئی محمدی ہندویا مسیحی ہوجائے تومحمدی یہی الزام لگائینگے لیکن یہ الزام اکثرت درست نہیں ہوتا۔

ذلیل اورپست قومیں جن کا مذہب بھی ذلیل اورپست ہے اعلیٰ قوموں میں شامل ہونے کی خواہاں ہوتی ہیں۔ ایک ہندو دوکاندار یہاں شہر میں بیان کرتا تھاکہ یہاں کے دھیڑ (چمارقوم) جن کو ہم دکان پرکھڑا ہونے نہیں دیتے تھے۔ اب محمدی ہوکر برابری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مسیحیوں میں بھی شاید بعض پست قوم کے لوگ اسی لحاظ سے داخل ہوگئے ہوں۔

بعض بخوف جان ومال کسی مذہب کو قبول کرتے ہیں۔ اس کی مثال خود ہندوستان ہی ہے۔ جہاں ہزاروں ہندو بخوف جان ومال محمدی ہوگئے۔ مجھے یاد ہے چند سال گزرے ہندو محمدیوں میں کچھ فساد ہوا۔ چند گنڈوں نے اٹھ کر ہندوؤں پر حملہ کیا اُن کو زمین پر گراکر کلمہ پڑھوانے کی کوشش کی۔ کسی مذہب کوترک کرنے اوردوسرے مذہب کو اختیارکرنے کے یہ سب ادنیٰ نالائق وسائل ہیں شکر ہے خدا کا کہ میں تو خدا کو مانتا تھا اوریہ نہیں سمجھتا تھاا کہ سب مذہب یکساں درست یا غلط ہیں۔ بلکہ سمجھتا تھاکہ ضرور ایک مذہب درست ہے ۔ سارے مذہب درست نہیں ہوسکتے اورنہ سارے مذہب غلط ہوسکتے ہیں۔ میرے نزدیک جوایسے ناجائز ادنیٰ وجوہات سے مذہب تبدیل کرتا ہے وہ ہردوجہاں میں مجرم ہے۔

دوم۔ بعض دیگر وجوہات بھی مذہب کی تبدیلی کا باعث ہوسکتے ہیں ۔ لیکن وہ بھی کلمہ کافی وجوہات نہیں۔ مثلاً۔

(۱۔) ہم مذہبوں کی بدچلنی۔ اس سے سچ مچ بڑی تکلیف ہوتی چنانچہ بعض جگہوں میں یہ رواج دیکھ کر طبیعت کو بڑی نفرت ہوئی ۔ کہ جب کوئی عورت ہندو مذہب کی بازارمیں بیٹھنا چاہتی یعنی کسبی بننا چاہتی توپہلے مسجد میں جاکر کلمہ پڑھتی۔ ایسے واقعات دیکھ اورسن کربڑا افسوس ہوتا۔ کہ ان ملانوں کوکیا ہوگیا کہ وہ ایسی عورتوں کو

روپیہ سوا روپیہ کی خاطر کلمہ پڑھا کر بدچلنی کے لئے چھوڑدیتے ہیں ۔ ان کو نہ محمدی دین اور نہ اخلاق کی تلقین کی جاتی ہے۔ لیکن اگر کوئی اس وجہ سے مذہب چھوڑے کہ اُس میں بد چلن لوگ پائے جاتے ہیں تو یہ کافی وجہ نہ ہوگی کیونکہ وہ دوسرے مذہب میں جاکر بھی فوراً معلوم کریگا کہ وہ بھی بد چلن آدمیوں سے خالی نہیں۔ ہمارے پاس بعض اوقات ایسے متلاشی آتے ہیں۔ جو یہی بہانہ پیش کرتے ہیں ہم اُن کو کہتے ہیں کہ مسیحیوں میں بھی بعض بُرے آدمی ملینگے تو پھر تم مسیحی مذہب کو ترک کروگے۔اس لئے اُن کو فوراً قبول نہیں کرلیتے اگرمیں محمدیوں کی بدچلنی کے باعث محمدی مذہب کو ترک کرتا تو ہرگز درست نہ ہوتا۔

(۲۔) جس بستی کا میں رہنے والا تھا۔ وہاں ہندوؤں کی کثرت اورزور تھا۔ وہ محمدی دین پر بہت ہی ہنسی مخول کرتے تھے۔ اس سے میرا دل بڑا دکھنے لگا۔ ان دنوں میں ایک کتاب بنام تحفہ الہند ہاتھ لگی جس میں ہندو مذہب کی خوب گت بنائی گئی تھی ۔ اس میں یہ دلیل ہرگز دی نہیں گئی تھی کہ چونکہ ہندو مذہب کے پیشواؤں کو تواریخی ثبوت نہیں ملتا اس لئے اس مذہب اور ان پیشواؤں کو چھوڑدینا چاہیے۔ یہ دلیل بڑی بودی ہوتی ۔کیونکہ تواریخ کا زمانہ بہت قدیم نہیں ہے چودہ پندرہ سو برس پہلے کی کافی تواریخ بعض ممالک واقوام کی نہیں ملتی۔ توکیا یہ مذہب کا قصور ہے ہرگز نہیں۔اورنہ مذہب کے ترک کرنے کا معقول سبب ہوسکتا ہے آجکل تو وہ زمانہ ہے کہ آدمی کی ہستی ہی پر شک ڈالا جاتا ہے۔اگرکسی قدیم مذہب یا بانی مذہب کی ہستی پر آجکل شک ڈالا جائے توکیا تعجب۔ جن چیزوں کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔معترض اُن کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ یہ تمہاری آنکھوں کا دھوکا ہوگا۔ کیونکہ آنکھیں کبھی کبھی دھوکا کھاجاتی ہے۔ ویسے ہی اگر کوئی آجکل اٹھ کر کہے کہ مجھے بدھا یا مسیح کی ہستی پر شک ہے تواُس کے جواب میں صرف اتنا کہنا کافی ہوگا ۔ کہ مجھے تمہاری ہستی پر شک ہے۔ شائد کوئی دوچار سوسال کے بعد کہہ دے۔ کسی کی زبان ہم پکڑنہیں سکتے ۔ کہ حضرت محمد کی ہستی پر مجھے شک ہے۔ حالانکہ ان کا مذہب پھیلا ہوا۔ہزاروں کتابیں ان کے بارے میں لکھی جاچکی ہیں۔ توکیا ایسے شخصوں کے کہنے سے

کوئی معقول طورپر ایسے مذہب کو ترک کرسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ مذہب اوربانی مذہب اپنی تعلیم اورپیروؤں کے ذریعے اپنی ہستی کا کافی ثبوت رکھتے ہیں۔ اورتواریخی ثبوت کا تویہ حال ہے کہ جتنا میری اورآپ کی ہستی کا ثبوت مل سکتا ہے اتناہم سے دوپشت پہلوں کی ہستی کا ثبوت نہیں سکتا۔پس جب اس قسم کا عذریا دلیل مسیحی مذہب سے کنارہ رہنے کی ایسے شخص سے سننے میں آئی جونہ صرف محمدی بلکہ محمدی مشنری بننا چاہتا ہے اورقرآن کو صحیح مانتا ہے۔ تومجھے بڑا تعجب ہواکہ اُس نے بعض شخصوں کی بے تکی روایتوں کو قرآن کے بیان پر ترجیح دی جہاں مسیح کی اعجازی پیدائش اس کے معجزات اُسکا زندہ آسمان پر ہونا اوراُس کا دوبارہ آنا پورے طورسے مانا گیاہے۔

(سوم۔)مذہب کے ترک کرنے کا کبھی یہ سبب بھی بتایا جاتاہے کہ اس میں مسائل کی کثرت اور پیچیدگی پائی جاتی ہے ۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے مسیحی دین میں یہ نقص نکالا کہ اسمیں انتالیس مسائل دین مسئلہ تثلیث ،کفارہ وعذاب ابدی مسیحی دین کے قبول کرنے میں مانع ہوئے اوراُنہوں نے اس لئے محمدی دین کوقبول کیا کیونکہ اُس میں نہ مسائل کی کثرت ،نہ مسائل کی پیچیدگی پائی جاتی ہے۔ ایسے شخصوں کے ایمان کی بنیاد کیسی کمزور ہے۔ شائد کوئی انتالیس مسائل دین کا نام سن کرگھبرائے کہ یہ کیا طومارہے۔ اے صاحبان بائبل کی تعلیم کا خلاصہ ایمان وعمل کے بارہ میں ان مسائل کی صورت میں آسانی کےلئے بیان کیاگیاہے۔

مثلاً مسئلہ اول یہ ہے۔ اللہ واحد ذوالجلال اوربرحق ہے اورازلی وابدی ہے وہ غیر متجسد غیرمنقسم اور غیر متاثر ہے۔۔۔۔۔دوسرے مسئلہ میں کلام اللہ کا ۔۔۔ وغیرہ کیا قرآن کی تعلیم کا خلاصہ محمدیوں میں پایا نہیں جاتا۔ امنت باللہ ۔۔۔ یعنی ایمان لایا خدا پر ، فرشتوں پر ، کتابوں پر ، انبیاپر ،یوم آخرت ، وخیراً وشرًامن اللہ تعالیٰ پر اورمرنے کے بعد قیامت پر۔

عمل کے بارے میں پانچ اصول ہیں۔ کلمہ ، نماز، روزہ ، زکوات، حج،پھر ان کی تشریح ، مثلاً خدا کی صفات، حیات ، علم ، قدرت ، ارادہ، سمع ، بصر، کلام ویسے ہی نماز کی مختلف اوقات ، پھر ہر وقت میں رکعتوں فرضوں کا شمار، وضو کے

قوانین وغیرہ وغیرہ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جس نے مسائل کی کثرت کے باعث کسی مذہب کو چھوڑا اورمذہب اسلام کو قبول کیاکہ وہاں تو محض اتنا مان لینا کافی ہے۔لا الہ اللہ وہ جلد کثرت مسائل سے اکتا جائے گا، مخفی نہ رہے کہ ۳۹ مسائل دین۔ خاص اُن کو سکھائے جاتے ہیں۔ جو دین کے خادم یعنی پادری اورواعظ ہونا چاہتے ہیں ۔ عام آدمیوں کو اُن کی تکلیف نہیں دی جاتی ۔ ویسے ہی جو شخص محمدیوں کی طرف سے واعظ اورمشنری بننا چاہے۔ تو اُس کو ضرور اپنے دینی مسائل سے واقف ہونا پڑیگا اوریہ بیچارے عاشقان سادگی کو شاق گزریگا۔

مسائل پیچیدگی کا بھی یہی حال ہے ۔ شروع میں مسائل عموماً سادہ ہوتے ہیں۔ پھر عالموں کی بحث وغیرہ کے ذریعہ پیچیدگیاں پڑ جاتی ہیں ۔ یہ مذہب کا قصور نہیں بلکہ عقل انسانی کے چٹخل پن کا نتیجہ ہے۔مثلاً انجیل میں نہایت سادہ تعلیم ہے ۔ ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا اوریسوع مسیح کوجسے تونے بھیجا ہے جانیں۔ (یوحنا ۱۷: ۳)۔

نمازودعا کے بارہ میں صرف یہ قانون ہے" خدا روح ہے اوراُس کے پرستاروں کو فرض ہے کہ روح اور راستی سے پرستش کریں"۔ جب تو دعا مانگے ریاکاروں کی مانند مت ہو۔۔۔ بلکہ اپنی کوٹھڑی میں جااوراپنا دروازہ بند کرکے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے دعامانگ (متی ۶: ۶)۔

یہاں نہ وقت کا شمار ہے۔ نہ قید نہ خاص طرف رخ کرکےنماز پڑھنے کی شرط ہر طرف منہ کرکے دعا مانگ سکتے ہیں۔ نہ رکعتوں کا جھگڑا ہے ۔ نہ وضو کی شرط نہ رمضان کے روزوں کی تاکید ہے بلکہ جب چاہے روزہ رکھ سکتے ہیں ۔ ایسی سادگی اورایسی خوبی کہاں پائی جاتی ہے۔ لیکن جیسا میں نے ذکر کیا ۔ عقل انسانی ہر ایک امر کی چھان بین کرنا چاہتی ہے۔ محض سادگی پر اکتفا نہیں کرتی اس لئے جب انسان کو حکم ملا کہ تم کو ایک خدا پر ایمان لانا چاہیے۔ تو عقل فوراً یہ سوال کرتی ہے ۔ کہ ایمان کیا ہے پھر توایک طول طویل بحث شروع ہوجاتی ہے۔ اوروہ ایمان جو پہلے بالکل آسان امر معلوم ہوتا تھا۔ اب مسئلہ لایخل بن جاتا ہے۔ چنانچہ اگر آپ تفسیر کبیر کی پہلی جلد میں اس بحث کو ملاحظہ فرمائیں۔ تو حیران

ہوجائینگے کہ یہ ایمان آخر ہے کیا شے۔ اس تفسیر میں ایمان کی تعریف چارطرح سے کی گئی ہے۔

فرقہ اول کہتا ہے " ایمان کی حقیقت زبان سے اقرارکرنا قلب وجوارح سے افعال کا عمل میں لانا"۔

فرقہ دوم کہتا ہے "۔ ایمان کا مدارقلب پر بھی ہے اور زبان پر بھی"۔

فرقہ سوم کہتا ہے " ایمان فقط زبان سے اقرارکرنے کا نام ہے ۔

فرقہ چہارم کہتا ہے" ایمان فقط زبان سے اقرار کرنے کانام ہے۔

ان فریق میں پھراوربکثرت فریق ہیں۔

مسیحی دین میں ایمان کے متعلق یہ دقت نہیں کیونکہ وہاں نئے عہدنامہ میں ایمان کی تعریف کردی ہے۔ اس لئے بحث کی ضرورت نہیں ۔ دیکھو عبرانیوں کا ۱۱باب گلتیوں ۵۔ ۶۔

ویسا ہی عقل یہ سوال کرتی ہے کہ ایک خدا سے کیا مراد ہے ۔کس معنی میں ایک جنس نوع یا فرد کے لحاظ سے ذات یا صفات کے لحاظ سے ۔ خدا نہ فرد کے لحاظ سے نہ نوع وجنس کے لحاظ سے ایک کہلاتا ہے نہ صفات کے لحاظ سے ایک ہے۔ البتہ ذات کے لحاظ سے اُس کو واحد کہتے ہیں۔

میں جب مسیحی ہوا تھا تومیں ان مشکلات سے کچھ عرصہ تک کنارہ رہا۔ میں صرف یہ مانتا تھاکہ سیدنا مسیح میرا نجات دہندہ ہے۔ اُس کے کوڑے کھانے سے میں نے شفا پائی اُس کی موت سے مجھے زندگی اورگناہوں کی معافی ملی۔ چنانچہ مسیحی ہونے کے بعد جب میں بٹالہ بورڈنگ سکول میں فارسی مدرس ہوکے گیا تو وہاں ایک مشہورمولوی رہتے تھے۔ جن کے نام سے آپ بخوبی واقف ہونگے۔ یعنی مولوی محمد حسین صاحب میرے رشتہ داروں نے اُن کو لکھا کہ ہمارا لڑکا مسیحی ہوکر بٹالہ گیا ہے۔ اس کو کسی طرحس محمدی بنانا چاہیے۔ مجھے بھی رشتہ داروں نے لکھاکہ مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوکر محمدی دین کے بارہ میں جو شکوک ہوں حل کرلینا۔ چنانچہ میں مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ معمولی گفتگو کے بعد مولوی صاحب نے یہ سوال کیاکہ بھلا عیسائیوں کی تثلیث کیسے

تمہاری سمجھ میں آگئی۔ کہ تم عیسائی ہوگئے۔ میں
نے عرض کی کہ تثلیث تودرکنار مجھے کبھی توحید بھی سمجھ
میں نہیں آئی بیشک سادہ طورپر کہتے چلے آئے ہیں کہ خدا
ایک ہے لیکن اس کا مطلب کبھی سمجھ میں نہیں آیا آپ
مہربانی کرکے توحید سمجھادیجئے پھر تثلیث کا فیصلہ
ہوجائے گا۔ اُنہوں نے فرمایاکہ خدا کی ذات واحد ہے اور
ذات کے بارہ میں محمدی عالموں میں دوقسم کی رائے ہیں۔

اول۔ یہ کہ ذات مجموعہ صفات ہے۔

دوم۔ یہ کہ ذات جامع صفات ہے۔ اوراُس کی ذات میں
دو طرح کی صفات ہیں۔ صفات عینی جواُس کی ذات سے الگ
نہیں ہوسکتی اورنہ ذات اُن کے بغیر ہوسکتی ہے۔ دوم۔
صفات غیرعینی جوکبھی ذات سے علیحٰدہ ہوسکتی ہیں۔ میں
نے ادب سے عرض کی کہ مولوی صاحب اگر ذات مجموعہ
صفات ہے۔ توکثرت فی الوحدت لازم آتی ہے۔ پھر اگرکسی
نے تثلیث فی الوحدت مان لی تو کیا مضائقہ۔ اگر دوسری
تعریف کومانیں کہ ذات میں صفات عینی ہوتی ہیں جو ذات
سے کبھی علیٰحدہ نہیں ہوسکتی تب بھی کثرت فی الوحدت
پائی جائیگی ۔ دونوں تعریفیں کثرت فی الوحدت کوظاہر کرتی
ہیں۔ اگر عیسائی تثلیث فی الوحدت مان لیں توکیا ہرج ہے۔
مجھے اُن کی تقریر سے بہت فائدہ ہوا۔ جو مسئلہ ایسا ادق اور
بھید معلوم ہوتاتھا اور صرف مسیحیوں کی خصوصیت
سمجھا جاتا تھا اب ایک تو اس کے سمجھنے میں مدد ملی۔
دوم تسلی ہوئی کہ یہ مشکل نہ صرف مسیحیوں کی ہے بلکہ
محمدی صاحبان بھی اس مشکل سے نہیں بچے پس وہ مسئلہ
توحید جوایسا سادہ جس کی تعلیم توریت انجیل وقرآن میں
پائی جاتی ہے عقل وفلسفہ کی مدد سے ایسا پیچیدہ ہوگیا ہے۔
مقدس اتھاناسیس کا عقیدہ جو غالباً ساتویں صدی کا ہے
انہیں عقلی مشکلات اوربدعتوں کی تردید میں بتدریج تیارہوا
تاکہ لوگ عقلی مشکلات اوربدعتوں میں الجھ نہ جائیں۔

پس اگر میں یا کوئی شخص محمدی دین سے اسلئے کنارہ
کرے کہ اُس میں اس کثرت کے مسائل اورایسی پیچیدگیاں
ایمان، توحید ، اصحاب وغیرہ کے بارہ میں پائی جاتی ہیں
تومیں اس امر کو تبدیلی مذہب کی کافی دلیل نہ گردانونگا ۔

جنہوں نے یہ دلیل گردانی مجھے اندیشہ ہے کہ وہ جلد گرداب مسائل میں پھنس کر نجات کے ملتجی ہونگے۔

پھر اگر کوئی پوچھے کہ مسیحی دین میں تو کفارہ اور عذاب ابدی کی تعلیم ہے جس کو عقل قبول نہیں کرسکتی۔ پھر تم نے کیسے مسیحی مذہب قبول کرلیا۔ میں اتنا جواب دونگا کہ محمدی ہونے کی حالت میں بھی میں کفارہ اورعذاب ابدی کا قائل تھا۔ یہ تعلیم میرے لئے نئی نہ تھی۔ ابراہیم کے فرزند کا ذبح عظیم کے عوض چھڑایا جانا ، روہ یا قسم کے ٹوٹنے کے لئے فدیہ کا مقرر ہونا۔ پھر عید کی قربانی وغیرہ مجھے خوب یا د تھی۔ بعض شیعہ تو امام حسین کی شہادت کو بھی امت کے لئے کفارہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے مجھے وہ کفارہ جو ان ادنیٰ اور ناکامل فدیوں اورکفاروں سے کہیں اعلیٰ ہے باعث ٹھوکر معلوم نہ ہوا۔ عذاب ابدی کی تعلیم بھی بموجب قرآن میں مان چکا تھا۔ چنانچہ سورہ یونس کی ۵۳آیت میں عذاب الخلد کا ذکر سورہ جن میں۔ نارجھنمہ خالد ین فیھا ابدا۔ مجھے یاد تھا۔ حضرت محمد کی یہ تعریف کہ وہ دونو جہانوں کے لئے رحمت ہیں (رحمتہ العالمین) یاد تھی۔ اس سے عذاب ابدی کا ماننا میرے لئے مشکل نہ تھا۔ شکر ہے ۔ کہ مجھے محمدی دین میں اس قسم کے امور سے ٹھوکر نہیں لگی۔ جیسے کہ ڈاکٹر صاحب کو ان امور سے لگی۔

اس کتاب تحفتہ الھند میں دوامور پر خاص زوردیا گیا تھا۔

اول۔ ہندو مذہب کے دیوتاؤں اوراُتاروں کی بدچلنی۔

دوم۔ محمدی تعلیم کا افضل واعلیٰ ہونا۔

میرے خیال میں یہ بہت عمدہ دلیل تھی ۔ جب مذہب کا پیشوا نیک اورپاک نہ ہو تو وہ اپنے پیرؤں پر کیا تاثیر کریگا۔ جو شخص اعلیٰ وروحانی تعلیم اپنے مذہب میں نہ دکھا سکے اورنہ اپنے پیشواؤں کی نیکی تو وہ اپنے مذہب کی فضیلت کیسے دکھائیگا ۔ مجھے ڈاکٹر صاحب سے یہ سن کر حیرانگی ہوئی۔ کہ ان کے مسیحی مذہب سے الگ رہنے کی ایک وجہ اس دین کی بہت اعلیٰ وروحانی تعلیم تھی بایں خیال کہ ہم انسان ضعیف البنیان اُس پرعمل نہیں کرسکتے۔یعنی وہ تعلیم عموماً عملی نہیں۔ ایک بڑا حصہ انسان کا اُس پر چل نہیں سکتا۔ بمقابلہ اس کے چونکہ اسلام کی تعلیم عملی ہے۔ جس

پر عام لوگ چل سکتے ہیں ان کے انگوراس[1] سے پک سکتے ہیں اس لئے اسلام کی تعلیم کو قبول کیا۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ منطق تودھوکا معلوم ہوتا ہے۔ ذرا سنئے یہ تعلیم عام ہے ۔ ہندو محمدی مسیحی سب متفق ہیں ۔

راستی موجب رضائے خداست

سچائی خیال قول فعل میں ضرور ہے۔ اب فرمائیے کون ایسی راستی پر چل رہا ہے۔ یہ اعلیٰ معیار ہے اس دنیا میں عموماً لوگ اس پورے طور سے عمل کر نہیں سکتے۔ پس اگر اس تعلیم کو ذرا ادنیٰ کردیں کہ کبھی کبھی حسب ضرورت جھوٹ بول لیا کریں تویہ تعلیم زیادہ عملی اورعوام الناس کے مذاق کے مطابق ہوجائیگی ویسے ہی زناکاری گناہ ہے ۔ شہوت کی نظر سے دیکھنا بھی ممنوع ہے اورعموماً لوگ اس پر چل نہیں سکتے اسلئے یہ اجازت دیناکہ کبھی کبھی زناحسب ضرورت جائز ہے زیادہ عملی ہوجائیگا اور لوگ خوش

[1] ڈاکٹر صاحب نے یہ مثال دی تھی کہ اگرچہ بعض سیارے سورج سے بڑے ہیں لیکن ہمارے اُنگواُن سے نہیں پک سکتے اس لئے ہمارے انگوروں کے لئے ہمارا سورج مقصد بس ہے۔

ہوجائینگے ۔ مخفی نہ رہے کہ شیطان ہمیشہ راستی میں کچھ غلطی ملا کر پیش کرتا ہے کیونکہ اگر محض جھوٹ پیش کرے تو لوگ اس کے کبھی تابع نہ ہونگے۔لیکن جب راستی میں کچھ جھوٹ ملادیتا ہے ۔ تو بہت پیرو ہوجاتے ہیں۔ ایسی تعلیم نفسانی جسمانی دنیاوی ہوگی ۔ مگر روحانی آسمانی تعلیم اعلیٰ سے اعلیٰ معیار ہمارے سامنے پیش کریگی تاکہ انسان جو ترقی کرنے والا انسان ہے وہ ہمیشہ کوشاں رہے کہ اعلیٰ اورافضل بنتا چلا جائے ۔ اگرمعیارادنیٰ ہوگا تو انسان کی ابدی ترقی کا مانع ہوگا۔ بہت لوگ اس تعلیم پر عمل کرکے آگے بڑھنے کی کوشش کرینگے۔ اسلئے کسی تعلیم کا اعلیٰ وافضل ہونا اُس کے اعلیٰ تصور سے پہچان سکتے ہیں۔ جتنا اعلیٰ تصور پیش کیا گیا اتنی اعلیٰ وقابل تعریف وہ تعلیم ہے گوایک وقت لوگ اُس پرپورے طورسے عمل نہ کرسکیں لیکن وہ ہمیشہ پشت درپشت ساعی رہینگے۔ کہ اس معیارتک پہنچیں اورخدا کے نزدیک یہ سچی کوشش نہایت مقبول ومنظور ہے۔ یہی حال مسیحی تعلیم کا ہے کہ اس میں سب سے اعلیٰ اور افضل تصور اخلاق وروحانیت کا پیش کیا گیا ہے کیونکہ یہ مذہب عالمگیر ہونے

کا دعویٰ رکھتا ہے۔ نہ کہ قومی ومقامی مذہب ہے کہ اس میں قومی یا عارضی لحاظ سے ادنیٰ تعلیم نے دخل پایا ہو نہ چند روزہ ہے بلکہ زمانہ کے آخر تک اُس نے نوع انسان کوترقی وروحانیت کی طرف لے جاتا ہے اس لئے وہ ترقی انسان کو محدود دائرہ میں بند نہیں کرتا۔ بلکہ اس کےلئے وسیع میدان پیدا کرتا ہے۔عملی تعلیم محمدی کی ایک مثال بھی ڈاکٹر صاحب نے دی کہ " مسیحی دین میں صرف ایک بیوی کرنے کی اجازت ہے۔ محمدی دین میں آدمی چارتک بیویاں کرسکتا ہے ۔ اس لئے یہ محمدی قانون زیادہ عملی اور ترجیح کے لائق ہے چونکہ مسیحیوں میں ایک بیوی کی تاکید ہے۔ اسلئے عورتوں میں بدی یازیادہ خاوند کرنے بدعادت پڑگئی ہے۔

بریں عقل وہمت بباید گریست

ایسا دم بھرنے والے اپنے عالموں کی تعلیم اوراپنی مذہبی کتاب سے بالکل نا آسنا معلوم ہوتے ہیں مسٹر امیر علی جیسے لائق فائق شخص تواپنی کتاب میں یوں کہتے ہیں " نہایت قابل ملامت غلطی جومسیحی مصنفوں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ اُنہوں نے سمجھ لیاکہ حضرت محمد نے کثرت ازدواج کو اختیارکیا اورجائز ٹھہرایا۔ یہ اُن کا غلط عقیدہ ہے چنانچہ سورہ نسا کی ۲۷ آیت کواپنی رائے کی تائید میں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمدی دین میں ایک ہی بیوی کی اجازت ہے اورجو اجازت چاربیویوں کے بارہ میں معلوم ہوتی ہے وہ اصل میں ازقسم نہی ہے"اورسرسید احمد خاں مرحوم بھی یہی رائے رکھتے تھے کہ چونکہ عدل کی شرط ہے اورعدل کثرت ازدواج میں رہ نہیں سکتا اس لئے ایک سے زیادہ بیوی جائزنہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب بھی اپنے ایک مضمون میں یہ ظاہرکرتے ہیں کہ یہ رواج کثرت ازدواج بالکل موقوف ہوجائیگا۔میری اپنی رائے بھی یہی ہے کہ حضرت محمد نے زیادہ عورتیں کرنے کی اجازت نہیں دی اورجو اجازت ہے وہ ازقسم منع ہے۔

لیکن بالفرض چاربیویاں اورلاتعداد لونڈیاں رکھنی جائز بھی ہوں اورلوگ رکھتے بھی ہوں توکیا اس سے زناکاری بند ہوگئی۔ ہرگز نہیں اسی شہر میں نہ معلوم کئی بدکارعورتیں موجودہونگی یہی حال باقی تعلیم کا ہے۔ یہ مذہب بدلنے کےلئے کافی نہیں۔ اگرکوئی شخص اس خیال سے مذہب بدلے

اوراعلیٰ روحانی معیار کو چھوڑکر ادنےٰ کی طرف عود کرے تو وہ دھوکا کھاتا ہے۔ شکر ہے کہ میں نے ان اسباب سے مذہب نہیں بدلا۔

(۵۔) جب میں اپنے گاؤں سے انگریزی تعلیم کی تحصیل کےلئے لدھیانہ گیا۔وہاں پر مذہب کا بڑا چرچا تھا۔ مسیحی مناد محمدی وآریامناد بڑی سرگرمی سے وعظ کرتے تھے۔ بحث مباحثہ ہوتے شعیہ وسنی کے اختلاف اورمسیحی دین کی تعلیم سے پہلے پہل وہاں واقفیت ہوئی چنانچہ بائبل مقدس کا ایک نسخہ اتفاق سے ہاتھ لگ گیا۔ وہاں ایک الہ دیا جلد ساز تھا جس کو مذہبی مباحثہ کا بڑا شوق تھا۔ اورپرچہ منشور محمدی ان کے پاس آیا کرتا تھا۔ یہاں پہلی دفعہ تشویش پیدا ہوئی ۔ کہ جب حقیقی دین کے ماننے پر نجات دارین موقوف ہے تو اس کی تلاش فوراً کرنی چاہیے چنانچہ قرآن اور بائبل کو بالمقابل رکھ کر دونوں کا مطالعہ شروع کیا۔ بتدریج یہ مشاہدہ ہواکہ انسان گنہگار ہے گناہ کے ساتھ جنگ کرکے اُس پر غالب آنا ہے اورتجربہ اس جنگ میں یہ ہوا کہ اکثر گناہ غالب رہتا ہے۔ بدھ نے یہ تجربہ کیا دوسرے لوگوں نے یہ تجربہ کیا کہ گناہ پر غالب آنا کیسا مشکل ہے۔اور بلا اس غلبہ اور گناہوں کی معافی کے خدا کے سامنے سرخرونہیں ہوسکتا۔ اب اس لڑائی میں کونسا مذہب میری مدد کرتا ہے " کونسا سورج میرے انگوروں کو پکاتا ہے" کونسا پیشوا مجھے گناہوں سے بچانے اورنجات ابدی تک پہنچانے کا وعدہ کرتا ہے۔ یہ سوال میرے دل میں باربارآیا۔ اوراس کے حل کرنے میں قرآن نے مجھے بہت مدد دی۔چنانچہ قرآن کا سیدنا مسیح کی نسبت گواہی دینا اُس کی اعجازی پیدائش اُس کا مردوں کو جلانا اُس کااکیلا بے گناہ ہونا۔ اُس کا زندہ آسمان پر موجود ہونا ۔ اس کا دوبارہ آنا اُس کا کلمتہ اللہ اورروح اللہ ہونا۔ ان ساری صفات کا ایک شخص میں جمع ہوجانا۔ اُس کوسب سے اعلیٰ وافضل ٹھہراتا ہے۔ اس تعلیم قرآن نے مجھے سیدنا مسیح کی طرف زیادہ رجوع کیا۔ اوراُس کے لئے میں نہایت شکرگزارہوں۔

انجیل کو جب میں نے شروع کیا توپہلے ہی سیدنا مسیح کے نام کی معنی وتعریف جوفرشتے نے بتائی تھی معلوم ہوئی کہ وہ " وہ اپنے لوگوں کو گناہ سے بچائیگا"۔ آگے بڑھ کر

اُس کی یہ آوازکان میں آئی کہ میں" اس لئے نہیں آیا کہ خدمت
لوں بلکہ خدمت کروں اوراپنی جان بہتیروں کے لئے فدیہ میں
دوں"اُس نے یہ وعدہ کیا کہ روح القدس کو بھیجدونگا جو تم کو
ساری سچائی کی راہ میں چلائیگا۔ اُس نے محبت کی اعلیٰ شرع
کو پیش کیا۔ خود انکاری اورمحبت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا اُس نے
کہا" تم میں سے کون مجھ پر گناہ ثابت کرسکتا ہے" اُس نے
دعویٰ کیاکہ " قیامت اور زندگی میں ہوں جومجھ پر ایمان
لائے اگرچہ وہ مرگیا ہو۔ توبھی زندہ رہے گا اورجو کوئی جیتا ہے
اورمجھ پر ایمان لاتا ہے کبھی نہ مریگا" ۔(اس کی طرف مولانا
گرامی صاحب نے اپنی نظم میں اشارہ کیا ہے۔ یاد رکھئے کہ یہ
مسیح کا قول اپنے بارہ میں ہے نہ قرآن کی کوئی اہمیت
حضرت محمد کے بارہ میں) اُس نے یہ بھی کہا کہ " جہاں کا نور
میں ہوں جومیری پیروی کرتا ہے وہ اندھیرے میں نہ چلیگا
بلکہ زندگی کا نور پائیگا(شائد اسی بنائی پر حضرت محمد کے
نورہونے کا مسئلہ قائم ہوا)اُس نے یہ بھی فرمایا ۔ کہ "
آسمان وزمین کا سارا اختیارمجھے دیا گیا ہے اورمیں زمانے کے
تمام ہونے تک ہر روز تمہارے ساتھ ہوں" اُس کی نسبت
اُس کے حواریوں نے یہ کہاکہ آسمان کے تلے زمین پر کوئی
دوسرا نام نہیں دیا گیا جس سے نجات ہو"۔

یہ دعویٰ اُس کی پیشینگوئی کی تکمیل سے صادق
وراست ٹھہرے چنانچہ جس نے یہ دعویٰ کئے تھے اُس نے یہ
بھی خبردی کہ میں مرکر تیسرے دن جی اٹھونگا۔ چنانچہ ایسا
ہی ہوا ۔ اُس نے اپنے جی اٹھنے کا کافی ثبوت اپنے شاگردوں کو
دیا۔ وہ چالیس روز کے عرصہ تک شاگردوں کو دکھائی دیتارہا۔
اُن سے گفتگو کرتا رہا اُن کو تعلیم دیتا رہا۔ اُن کے مجمعوں میں
حاضر ہوتا رہا۔ اور چالیسویں دن اُن کے سامنے اُن کو برکت
دیتا ہوا آسمان کو صعود کرگیا ہے۔ اس کا مختصر ذکر مقدس
پولوس نے یوں کیا ہے کہ " مسیح کتاب مقدس کے بموجب
ہمارے گناہوں کے لئے موا اوردفن ہوا اورتیسرے دن کتاب
مقدس کے بموجب جی اٹھا اورکیفا کو اوراُس کے بعد اُن بارہ
کو دکھائی دیا۔ پھرپانچ سو بھائیوں سے زیادہ کوایک ساتھ
دکھائی دیا ۔ جن میں سے اکثر اب تک موجودہیں اور بعض
سوگئے۔ پھر یعقوب کو دکھائی دیا پھر سارے رسولوں کو ۔۔۔
یہاں مقدس پولوس ایک دوسرا ثبوت پیش کرتا ہے کہ نہ

صرف مسیح اپنی پیشینگوئیوں کے مطابق جی اٹھا ۔ بلکہ کتاب مقدس میں پہلے سے بعض نبیوں نے مسیح کے جی اٹھنے کی پیشینگوئی کی تھی۔

پھر مسیح کی یہ پیشینگوئی ہے کہ " دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے۔ اُس کو تم پر نازل کرونگا۔۔۔۔ اورجب تک عالم بالا پر سے تم کو قوت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھیرے رہو" چنانچہ صعود کے بعد دسویں روزپینتیکوست کی عید کے دن روح القدس شاگردوں پر نازل ہوا اوراُن کو وہ قوت بخشی کہ حاکموں اوربادشاہوں کے روبرو اوردنیا کی حدوں تک اُس کے گواہ ٹھیرے۔

پھر اُس کی پیشینگوئی یروشلیم کی بربادی کےبارہ میں اس کے صعود سے تقریباً چالیس سال بعد ایسے طورسے پوری ہوئی ۔ کہ آج تک سب اس کے گواہ ہیں۔ پس جس نے ایسے دعوے کئے جس کی پیشینگوئیاں ایسی راست ٹھیریں کیوں انسان اس کی آوازکا شنوانہ ہو۔ جب وہ کہتاہے " تم جوتھکے اور بڑے بوجھ سے دبے ہوئے ہو میرے پاس آؤ کہ میں تمہیں آرام دونگا"۔ میری جان نے جوگناہوں سے تھکی ماندی تھی اوراس جنگ میں زخم کھاچکی تھی فوراً اس دعوت کو قبول کیا۔

بعض لوگ جو یہ آوازاٹھاتے ہیں ۔ کہ یہ کتابیں منسوخ یا محرف ہوچکی ہیں میں نے اس کی چنداں پرواہ نہ کی خاص کراس وجہ سے کہ گوآیات قرآنی کے بارہ میں یہ مسئلہ ہے کہ بعض آیات ناسخ منسوخ ہیں لیکن قرآن کا دعویٰ کتب سماوی کے بارہ میں کہیں نہیں۔ کہ وہ منسوخ ہوگئی ہیں۔ تحریف کے بارہ میں مجھے یہ تسلی تھی۔ کہ حضرت محمد کے زمانہ میں ہزاروں مسیحی محمدی ہوگئے اورمحمدیوں کا دعویٰ ہے کہ اُنہوں نے اپنی کتاب میں حضرت محمد کی خبرپائی۔ پس جب وہ لوگ حضرت محمد کے پاس آئے ہونگے تو ضروروہ غیر محرف کتابیں بھی ساتھ لائے ہونگے جن میں حضرت محمد کی خبر ہوگی۔ اب وہ کتابیں وہ انجیلیں کہاں ہیں اگریہ دعویٰ درست ہوتا تو وہ کتابیں سینکڑوں محمدیوں کے پاس موجود ہوتیں۔ کیونکہ اس وقت سے لے کر آج تک محمدی دین اورحکومت اُن ممالک میں رائج ہے کسی نے وہ کتابیں ان سے چھین نہ لی ہونگی۔ لیکن آج تک اس قسم کی ایک کتاب بھی

کسی محمدی کے پاس نہیں نکلی برنباس کی انجیل کا ذکر کرکے اپنے دل کو بہت طفل تسلیاں دیں لیکن اُس سے کیا بنتا ہے۔

اس لئے میں نے بعد غوروفکر ودعا ستمبر ۱۸۸۷ئی کو بپتسمہ پاکر نجات ابدی حاصل کیا اوراب یہی دعا آپ کےلئے ہے کہ آپ بھی اُس صراط مستقیم کو حاصل کریں۔ جس کے لئے آپ دعا کیا کرتے ہیں۔ اوراس کو قبول کرکے جو راہ اورحق اورزندگی ہے" حیات ابدی حاصل کریں۔

چھٹا باب

وعظ

دوسری ستمبر کو ڈاکٹر نندی صاحب کے ہاں کھانا تھا۔ شب باشی کےلئے مسٹر تارا چند نے انتظام کیا۔ صبح اٹھ کر کپتان پریم سنگھ صاحب سے ملاقات کی۔ یہ شخص بھی پنجابی ہیں بڑے خلیق اور ملنسار باوجود ریاست میں رہنے اورفوجی عہدہ دارہونے کے پنجابی پگڑی نہیں چھوڑی۔ اپنا گھر بنایا ہے انگریزی طوروطریقہ کو اختیا رکیاہے بچوں کی خورش پوسش تعلیم سب انگریزی ہے ۔ آزاد منش اور وسیع خیال شخص ہے۔ تعصب ذرانہیں رکھتے مسیحیوں کی دوستی ومحبت سے خاص حظ حاصل کرتے ہیں۔ یہ سردار عطر سنگھ صاحب رائے بھدوڑیا کے رشتہ دارہیں۔ سردار عطر سنگھ صاحب لدھیانہ میں سکونت رکھتے تھے۔ تعلیم کے بڑے حامی اورطالب علموں کے بڑے خیر خواہ تھے۔ ان کے فائدے کےلئے ایک چھوٹا سا کتب خانہ بھی کھول رکھا تھا۔ جس میں ہر طرح کے انگریزی اوراُردو اخبار آتے تھے اورمیں بھی ایام طالب علمی میں وہاں جاکر اخبار پڑھا کرتا تھا اور

سردار صاحب کی نصحیت سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ مرحوم ڈاکٹر
لائٹز صاحب نے ولایت سے آکر ۱۸۸۴ئی میں انہیں کوٹھی پر
ایک عمدہ لکچر دیا تھا۔ اُن پراُنے تعلقات کے باعث کپتان
صاحب کی ملاقات نے ایک عجیب لطف پیدا کردیا۔

کپتان صاحب اگرچہ اب عرصہ سے حیدرآباد میں
رہتے ہیں۔ لیکن گفتگو میں اُنھوں نے اس شعر کی تصدیق کی۔

حب وطن ازملک سلیماں خوشتر
خاروطن ازسنبل وریحاں خوشتر
یوسف که درمصر بادشاہی میکرو
میگفت گدابودن کنعان خوشتر

اُس روز شام کو واپس مشن ہوس کو آیا اور رات کو صبح
کے وعظ کےلئے تیاری کی۔ اتوار کے روز گرجا میں اردو نماز
ہوئی اور عشائے ربانی عمل میں آئی۔ اس وقت وعظ میں
عشائے ربانی کے چارناموں سے چارخاص نصیحتیں عشائے
ربانی کی حقیقت اورضرورت کے بارہ میں پیش کیں۔ قدیم نام
عشائے ربانی کا یوخرست ہے۔ جس کے معنی شکر گذاری
ہیں۔ شاید نام کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے خداوند نے روٹی شکر
کرکے توڑی اورپیالہ پر بھی شکر کیا۔ شکرگزاری کی بنیاد یادگاری
ہے اگر کوئی بات یادنہ ہو اس کےلئے شکرگزارنہیں ہوسکتے۔
اس رسم میں اول تو مسیح کی موت کی یادگار ہے اور جو
فائدے اس کی موت سے ملتے اُن کی یادگارہے اوراس موت کو
مسیح کی آمد تک یاددلاتے رہنا ہے مسیح کی موت خدا کی
محبت پر دلالت کرتی ہے اس لئے ہم خدا کی اس بڑی محبت
کےلئے شکر گزارہیں کہ خدا نے جہان کو ایسا پیارکیا۔ کہ اُس
نے اپنا اکلوتا بیٹا بخشدیا تاکہ جوکوئی اس پر ایمان لائے ہلاک
نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔ نیز مسیح کی محبت کی
یادگار ہے جس نے خوشی سے اپنی جان ہمارے لئے دی۔
اچھا گڈریا بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہے۔ ابن آدم اس لئے
نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ خدمت کرے اوراپنی جان
بہتیروں کےلئے فدیہ میں دے۔ ہم نے اس سے محبت کو
جاناکہ اُس نے ہمارے واسطے جان دیدی۔

موت گناہ کو یاددلاتی ہے کیونکہ موت گناہ کی مزدوری
ہے اس لئے مسیح کی موت میں اس بات کی یادگاری ہے کہ
خدا نے ہمارے گناہ مسیح کی خاطر سے معاف کردے اورہم

کو شیطان کی غلامی سے چھڑا کر اپنے بیٹے بیٹیاں بنالیا۔ پس جب ہم مسیح کی موت کو یاد کرتے ہیں توہم خدا کے شکرگزار ہونے اوراپنے گناہوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں کیونکہ ہمارے ہی گناہوں نے مسیح کو صلیب پر چڑھایا۔ ہم نے ہی اس کے ہاتھ پاؤں اورپسلی کو چھیدا اس رسم میں ہم روٹی اورمے کو خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں یعنی اُن چیزوں کو جوہماری محنتوں کے پھل ہماری کھیتی کی پیداوار اورہمارے بدنوں کی خوراک ہے۔ ہم اُن چیزوں کو معہ اپنی محنت کے پھل اپنی آمدنی اوراپنے بدنوں کو خدا کی نذرکرتے ہیں کہ خدا اُن پر برکت دے۔ یہ رسم روحانی اوردنیاوی برکتوں کے لئے شکرگزاری ہے جو لوگ شکرگزارہیں وہ اس عبادت میں شریک ہونے کے لائق ہیں۔

دوسرا نام ہے رفاقت اقدس یاپاک شراکت ۔ یعنی یہ رسم یادگار ہے خدا اورانسان کے اتحاد اورانسانوں کے باہمی اتحاد کی۔ وہی ہماری صلح ہے جس نے دو کوایک کیا اوراس دیوار کو جودرمیان تھی ۔ڈھادیا۔۔۔۔۔ اورصلیب کے سبب سے دونو کوایک تن بنا کر خدا سے ملائے "(افسیوں ۲: ۱۴، ۱۶)۔ کتاب بنام" بارہ رسولوں کی تعلیم" میں یہ عمدہ تمثیل دی گئی ہے۔ کہ روٹی جو خداوند کے سامنے پیش کی جاتی ہے وہ آٹے سے بنی ہے اورآٹا دانوں سے یہ دانے الگ الگ تھے وہ آپس میں اتحاد پیدا نہیں کرسکتے تھے۔یہی ہمارا حال تھا ہم دانوں کے کی طرح ایک دوسرے الگ اورمنتشر تھے۔ لیکن مسیح کی صلیب کے ذریعے ہم کوٹے گئے اوراُس کے خون میں گوندھے گئے اورایک روٹی یعنی ایک بدن بنایا گیا۔ اب ہم روٹی چڑھانے سے اپنی رفاقت کو جوخدا کے ساتھ اورباہمی ہے ظاہر کرتے ہیں۔

تیسرا نام ہے عشائے ربانی ۔ بمعنی شام کا کھانا۔ ہمارے مولا نے جمعرات کے روز شام کے وقت یہ آخری کھانا اپنے شاگردوں کے ساتھ کھایا تھا۔ اس لئے یہ عشائے ربانی کہلاتا ہے۔ یعنی خداوند کا شام کا کھانا یہ شام کاکھانا خداوند کی اُس تمثیل کو یاددلاتا ہے جولوقا ۱۴: ۱۶سے ۲۴ تک میں بیان ہوئی ہے۔ کہ ایک شخص نے شام کو بڑا کھانا تیارکرکے بہتوں کو بلایا۔ مبارک ہیں وہ جواُس میں شریک ہوتے ہیں۔ توریت شریف میں بھی اس قسم کی ضیافت کا ذکرآتا ہے۔ سلامتی اور

شکرگزاری کے ذبحیوں کے واسطے ہدایت کے ذبحیے کے ساتھ فطیری روغنی کلچے اورفطیری چپاتیاں تیل میں چپڑی ہوئی اور تیل میں پکے ہوئے میدے کے کلچوں کے ساتھ گذرانے اور خداوند کے سامنے گزارننے کے بعد وہ خداوند کے حضور کھائے یہ خداوند کا دسترخوان تھا اورخداوند کو جو کچھ دیا جاتا ہے والٹ کر اپنے بندوں کو ساتھ کھلاتا اورپلاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ نجس آدمی یہ گوشت نہیں کھاسکتا اور خداوند کی ضیافت میں شریک نہیں ہوسکتا (احبار ۷: ۱۱سے ۲۱تک) ویسے ہی یہ ضیافت خداوند کی طرف سے دی جاتی ہے اوروہی اُس میں شریک ہوسکتے ہیں جن کو خداوند کے خون نے پاک کیاہے ورنہ وہ مکروہ ہے نہ صرف مکروہ بلکہ ہماری سزا کا باعث ہے۔ جیسے مقدس پولوس کہتا ہے " جوکوئی نامناسب طورسے یہ روٹی کھائے یا خداوند کا پیالہ پیئے تو وہ خداوند کے بدن اورلہو کا گنہگاررہوگا۔ پس آدمی پہلے آپ کو جانچے اوریوں اُس روٹی میں سے کھائے اوراس پیالہ میں سے پیئے کیونکہ جومناسب طور سے کھاتااورپیتا ہے سوخداوند کے بدن کا لحاظ نہ کرکے اپنی سزا کھاتا اورپیتا ہے" (۱کرنتھیوں ۱۱: ۲۷)۔

چوتھا نام مسہ تھا۔ جوآج تک رومی کلیسیا میں مشہوررہے۔ اس کے معنی ہیں رخصت کرنا یعنی جب عشائے ربانی کی رسم شروع ہوئی تو غیر مسیحی اوردیگر شریک نہ ہوتے رخصت کئے جاتے۔ یہ رسم مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کے درمیان امتیازکا نشان ہے پس جو لوگ اس رسم میں شریک ہوتے ہیں وہ اپنے چال چلن کے ذریعے سے ظاہر کرتے ہیں کہ نہ شریک ہونے والوں سے متفرق ہیں۔

دوسرے روز قدرے بارش ہورہی تھی۔ اس روز ایک مشہور عہدہ دار حیدرآباد کا جنازہ نکلا۔ یہ شخص بلحاظ عہد کے عمادِجنگ کہلاتا تھا بہت مشہوراورمدبرشخص تھا۔ اورملکی فریق میں سے تھے۔ یہ فریق اس بارپرزوردیتا ہے کہ حیدرآباد میں جتنے اعلیٰ عہدے ہوں وہ ملکیوں یعنی وہاں کے باشندوں کوملنے چاہئیں باہر کےلوگوں کوملنے نہ چاہییے۔ ان کی رائے میں یورپین اورمدارسی لوگ اس سے مستشنیٰ ہیں۔ خاص بند ش ہندوستانیوں کےلئے پیش کرتے ہیں کہ اُن کو اعلیٰ عہدے نہ ملنے چاہئیں۔ اُنہوں نے اپنے ایک بھتیجے نظام الدین صاحب کو ایک عہدے کےلئے نامزد کیا تھا۔ لیکن

بندگان عالی سے ایک غیر ملکی کے نام حکم آیا اور وہ مقرر
ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ عماد جنگ بہادر کو بستر بیماری پر یہ
سخت صدمہ پہنچا۔ جس کی وہ برداشت نہ کرسکے اورجان
بحق تسلیم ہوئے۔ میں بھی بارش برستے میں اُن کے مکان پر
گیا۔ عزیزواقربا دوستوں لواحقوں کا جمگھٹا لگا ہوا تھا۔ بڑی
عزت وتوقیر کے ساتھ ان کے جنازہ کو ان کے خاص قبرستان
میں لیگئے۔ بعضوں کو غم اور بعضو کو خوشی ہوگئی۔ انسان
کیا ہے پل بھر میں روتا پل بھر میں ہنستا ہے۔ دنیا بھی عجیب
ہے کہیں نوحہ زاری۔ کہیں خوشی وخرمی کل ہم ایک جنازہ کا
مشاہدہ کررہے تھے۔ دنیا کی بےثباتی اور فنا کا نقشہ ہماری
آنکھوں کے سامنے تھا۔ آج ہم ایک شادی کے جلسہ میں
شریک ہوتے ہیں۔ تلگو لوگوں کی شادی کا مشاہدہ پہلی دفعہ
کیا۔ عورتیں یہاں ننگے سررہتی ہیں۔ اورگرجا میں بھی ننگے سرآتی
ہیں۔ البتہ مشن سکولوں اورتہذیب نے بعضی عورتوں اور
لڑکیوں کے سرپر سایہ ڈال رکھا ہے ورنہ ننگے سررہنا فخر ہے۔
ہماری طرف عورت کاننگے سرہونا بدنامی اوررنڈ آپی کا نشان
ہے۔ لیکن ان لوگوں میں سرڈھانپنا عورتوں کےلئے معیوب
ہے شادی انگریزی گرجا میں ہوئی چھلے کے ذریعے شادی نہیں
ہوتی۔ بلکہ ایک قسم کا ہارگلے میں تھا۔ چنٹیا کے نزدیک اُس
پرہاتھ رکھا جاتا ہے۔جلسہ شادی میتھوڈسٹ گرلز اسکول
میں ہوا لڑکیوں نے جاپانی گیت بہت عمدہ طور سے بڑے
انداز سے گایا۔ دلہا دلہن خوش وخرم حاضرین سے ملاقات
کرکے اپنے عشرت کدہ میں چلے گئے۔ ہم بھی اپنے کمرہ میں
آجے بزا اور رات کو سوکر گزاردیا۔ دوسرے روز شام کو مس
قرینلیوس کے ہاں دعائیہ جلسہ تھا۔ وہاں پادری گولڈاستمھ
صاحب اور دوچار گھرانے سے باہر آئے تھے۔ یہ خاندان
مسیحی کام میں بڑا سرگرم ہے گوچرچ آف انگلینڈ کے ممبر
نہیں۔ لیکن ہر مشن میں مددینے کو تیار ہیں۔

ساتواں باب

پیشینگوئیاں

یہاں شہر میں ایک محمدی عثمان شریف نامی رہتے ہیں۔ان کو مذہبی مباحثوں کا شوق معلوم ہوتا ہے شہر میں جہاں پادری گولڈاسمتھ صاحب منادی کیا کرتے ہیں وہاں یہ بھی آن کرکچھ چوں چاں کیا کرتے ہیں مجھے اجنبی دیکھ کر مجھ سے بھی چھیڑچھاڑکی اورمجھے ترغیب دینے لگے کہ ان کے ساتھ تحریری مباحثہ کروں۔ میں نے ایسے مباحثہ سے عذرکیا انہوں نے زوردیا آخر کارمیں نے اتنا قبول کیا کہ وہ کوئی سا مضمون مقررکرلیں اس پر چند شخصوں کے سامنے سوال وجواب ہوجائیں۔ اُنہوں نے بھی اتفاق کیا۔ اُن کی طرف سے ایک چھوٹا دوورقہ رسالہ مسیحی مذہب کے خلاف شائع ہوا تھا اُس کو اُنہوں نے پیش کیا اورکہا کہ اس مضمون پر گفتگو ہو۔ اس رسالہ کا نام" رسالت محمدیہ" ۔ اس کے پہلے حصے میں تویہ ذکر ہے کہ توریت مقدس میں بعض انبیائی کو زانی (پیدائش ۱۹: ۳۳، ۳۴) اور ڈاکو(خروج ۱۱: ۲) قراردیا ہے۔ بعض کو جھوٹا (پیدائش ۲۶: ۷) اوردغاباز(پیدائش ۲۹: ۲۵) وغیرہ دوسرے حصہ میں ذکر ہے کہ " اگر عیسائی تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتارکر چشم انصاف سے دیکھیں توموجودہ انجیل میں باوجود بہت کچھ تبدیل کردئے جانے کے آپ کی نسبت (یعنی حضرت محمد کی نسبت) بہت سی پیشینگوئیاں پائینگے۔ منجملہ ان کے صرف دونقل کی جاتی ہیں۔ چنانچہ یوحنا ۱: ۲۱، ۱۶: ۱۲کا حوالہ دیا گیا ہے کہ ان میں حضرت محمد کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے یہ قرارپایاکہ ان پیشینگوئیوں کے متعلق گفتگو اور بحث ہو۔ طرفین کی رضامندی سے ۹ستمبر کوصبح وقت مقررہوا۔

چنانچہ وقت مقرر آپہنچا اورپادری گولڈ اسمتھ صاحب بھی جاموجودہوئے۔ عثمان شریف بھی آگئے البتہ اُن کے رفیقوں کے آنے میں کچھ دیر ہوئی۔ بہت لوگ جمع نہ تھے۔ لیکن مباحثہ شروع ہوا ملاطہ نامی بھی موجود تھے۔

میں نے مباحثہ کے شروع میں عرض کی کہ ایک ایک سوال پیش کیاجائے اس کا جواب دیا جائیگا۔ لیکن عثمان شریف نے اس پر اصرارکیاکہ سارے اعتراض اورسوال وہ

ایک لخت پیش کرینگے اورمجھے سب کا اکٹھا جواب دینا ہوگا میں نے یہ بھی منظورکرلیا۔ اُنہوں نے جو اعتراضات پیش کئے اُن کا خلاصہ ان کے دوکیاکہ سارے اعتراض اورسوال وہ یک لخت پیش کرینگے اورمجھے سب کا اکٹھا جواب دینا ہوگا میں نے یہ بھی منظورکرلیا۔ اُنہوں نے جواعتراضات پیش کئے اُنکا خلاصہ ان کے دوورقی رسالہ میں یوں مندرج ہے۔

(۱۔) "یوحنا ۱باب ۲۱۔ تب اُنہوں نے پوچھا تو اورکون ہے کیا تو الیاس ہے۔ اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس یا تو وہ نبی ہے اُس نےجواب دیا نہیں۔ یہاں وہ نبی سے مراد سرورکائنات ہے کیونکہ حضرت مسیح کے بعد سوائے حضور انورکے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بعض انجیل کے مفسرین کا خیال ہے کہ پوچھنے والوں کی غلطی تھی"۔ کیا تم وہ نبی ہیں" کرکے نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔ مگرہم کہتے ہیں کہ یہ اُن کی ہرگزغلطی نہ تھی اُنہوں نے توریت مقدس میں دیکھ چکا تھا"[1]۔ کہ حضرت مسیح کے بعدایک نبی مبعوث ہونگے۔ اسلئے اُنہوں نے اس طرح پوچھا۔ اگراُن کی غلطی ہوتی تویوحن[2] اس غلطی کو دورکردیتے کیونکہ اس قسم کی غلطی یعنی اُن کے غلط اعتقاد کودرست کرنا اُن کا فرض تھا۔ بجائے درست کرنے کے خودیوحن نے اپنی زبان سے فرمایا کہ" نہ میں وہ نبی ہوں" اس سے صاف شہادت صرف دریافت کرنے والوں کی نہیں بلکہ یوحن کی بھی پائی جاتی ہے۔ کہ حضرت مسیح کے بعد دنیا میں ایک نبی [3] مبعوث ہونے والے ہیں۔

(۲۔)یوحنا ۱۶باب ۱۲" میری اوربہت سی باتیں ہیں کہ تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن وہ روح حق آئے تمہیں ساری سچائی کی راہ بتادے" یہ پیشینگوئی بھی حضورانورمحمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہے جس کو عیسائی روح القدس کی نسبت سمجھتے ہیں۔

" میری اوربہت سی باتیں ہیں کہ تمہیں کہوں" اس سے صاف ظاہرہے کہ حضرت مسیح نے جن جن باتوں کی تعلیم دی۔ان کےعلاوہ اوربہت سی نئی نئی باتوں کی تعلیم آپ کے

[1] اس غلط اردو کے ہم ذمہ وارنہیں ۔ ان کی یہ عبارت من وعن نقل کردگئی ہے۔

[2] ان دونو فوٹ نوٹ کوآپ فوٹ نوٹ نمبر۱ میں دیکھئے۔

[3]

بعد آنے والا دیگا"۔ اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے"۔ اس سے ظاہر ہے ہوتاہے کہ حضرت مسیح کے اور حضرت مسیح کے بعد آنے والے کے درمیان عرصہ درازیعنی اس قدر عرصہ کہ جس میں ان باتوں کی برداشت کرنے کا مادہ لوگوں میں پیدا ہوجائے گزریگا۔ بخلاف اس کے حضرت مسیح کے تھوڑے ہی عرصہ بعد روح القدس آپ کے شاگردوں پرظاہر ہوئی بہت سی نئی باتیں تودرکنارایک بھی نئی بات کی تعلیم نہیں دی۔ اس لئے یہ پیشینگوئی روح القدس کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی۔ بہت سی نئی باتوں کا تعلیم دینا اورحضرت مسیح کے بعد عرصہ درازکا گزرہونا ہمارے نجات دہندہ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں پورا ہوا۔

جب عثمان شریف نے مفصلہ بالا بیان پیش کیا تو میں نے سلسلہ وارجواب دینا شروع کیا۔ یوحنا ۱۔ ۲۱آیت کے متعلق اول تویہ سوال کیا کہ آیا قرآن میں کبھی یہ پیشینگوئی اشارتاًیا صراحتاً حضرت محمد سےمنسوب ہوئی ہے اگرہوئی ہے تواس کا بیان کریں۔

دوم۔ اس مقام میں کوئی پیشینگوئی کسی قسم کی نہیں۔ دوفریق کے سوال وجواب ہیں۔ ایک فریق کچھ سوال کرتا ہے دوسرا فریق یانہیں جواب میں کہتا ہے۔

سوم۔ اس سوال وجواب میں کسی ایسے شخص کاذکر نہیں جو مسیح کے بعد آنے والا ہو۔ بلکہ جو مسیح سے پیشتر آنے والا تھا۔ چنانچہ سوال وجواب کی ترتیب انجیل کے مطابق یوں ہے" یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلیم سے کاہن اورلیوی یہ پوچھنے کواُس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے تواُس نے اقرارکیا اورانکارنہ کیا بلکہ اقرارکیاکہ میں تو مسیح نہیں ہوں اُنہوں نے اُس سے پوچھا۔ پھر اورکون ہے کیا تو ایلیاہ ہے اُس نے کہا نہیں۔ کیا تو وہ نبی ہے اُس نے جواب دیا کہ نہیں ۔ پس اُنہوں نے اُس سے کہا پھر توکون ہے تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے۔۔۔۔۔ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی توپھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے"۔

اس ترتیب عبارت سے ظاہرہے کہ جب یوحنا نے مسیح ہونے سے انکارکیا تواُس سے سوال یہ نہیں کیا جاتا ہے

تو مسیح کے بعد آنے والا نبی ہے یا نہیں بلکہ قدرتاً سوال یہ ہوگا کہ اگرتو مسیح نہیں تو اس سے پیشتر آنے والا نبی ہوگا۔ چنانچہ مسیح سے پیشترایلیاہ نبی کے آنے کی اُمید تھی۔ یہودی یہ دریافت کیا کرتے تھے ۔ مثلاً مرقس ۹۔۱۱ میں مسیح کے شاگرد اس کا ذکر کرتے ہیں " انہوں نے اُس سے یہ پوچھا کہ فقیہ کیونکر کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے۔ اُن کا یہ سوال ایک قدیم پیشینگوئی پر مبنی تھا۔ جوملاکی ۴۔ ۵ مذکور ہے پس جب یوحنا نے کہا نہ تو میں مسیح ہو ں اورنہ میں مسیح سے پیشتر آنے والاایلیاہ ہوں تو دوسرا سوال یہ نہیں ہوگا کہ تومسیح کے بعدآنے والا نبی ہے ۔کیونکہ نہ مسیح ابھی آیا ہے اورنہ اُس سے پیشتر آنے والاایلیاہ ہے۔ تو کس طرح سے مسیح کے بعد آنے والا نبی کا ذکر ہوسکتا تھا۔پس سوال یہ ہے کہ اگرتومسیح نہیں اورنہ اُس سے پیشتر آنے والا ایلیاہ ہے۔ توکیا تو وہ نبی ہے جومسیح اورایلیاہ سے پیشتر آنے والا تھا۔ اُن دنوں میں معلوم ہوتا ہے کہ یہودی ایلیاہ سے پیشتر آنے والا تھا۔ اُن دنوں میں معلوم ہوتا ہے کہ یہودی ایلیاہ کے سواایک اورنبی کے بھی منتظر تھے جومسیح سے پیتر آئیگا۔ چنانچہ اس کی طرف اشارہ متی ۱۶۔ ۱۳، ۱۴ آیات میں پیا جاتا ہے۔ جب مسیح قیصریہ فلپی کے علاقہ میں آیا تواپنے شاگردوں سے یہ پوچھا کہ لوگ بن آدم کوکیا کہتے ہیں اُنہوں نے کہا بعض یوحنا بپتسمہ دینے والا کہتے ہیں۔ بعض ایلیاہ بعض یرمیاہ یا نبیوں میں سے کوئی۔

الغرض یہ صاف ظاہر ہے کہ یہاں مسیح کے بعد کسی شخص کا ذکرنہیں بلکہ اُس سے پیشتر آنے والوں کا ذکر ہے۔

اب رہا یوحنا ۱۶: ۱۲ کے متعلق میں اول اُن مقامات کا ذکرکرونگا جہاں اس روح حق کےآنے کا بیان ہے۔

" میں باپ سے درخواست کرونگا تو وہ تمہیں دوسرا وکیل بخشیگا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی حق کی روح جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی کیونکہ نہ اُسے دیکھتی اورنہ اُسے جانتی ہے تم اُسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی اورتمہارے اندررہیگی (یوحنا ۱۴: ۱۶، ۱۷)۔

" میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہے کر تم سے کہیں لیکن وکیل یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھجیگا

وہی تمہیں سب باتیں سکھائیگا اورجوکچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاددلائیگا"۔(یوحنا ۱۴: ۲۵، ۲۶)۔

"لیکن جب وہ وکیل آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجونگا یعنی حق کی روح جوباپ کی طرف سے نکلتی ہے تووہ میری گواہی دیگی اورتم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔ یوحنا ۱۵: ۲۶)۔

پھریوحنا ۱۶: ۷سے لے کریوں ذکرآیا ہے" ۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگرمیں نہ جاؤں تو وہ مددگارتمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگرجاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اوروہ آکر دنیا کوگناہ اورپرہیزگاری اورعدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے ۔ پرہیزگاری کے بارے میں اس لئے کہ میں پروردگار کے پاس جاتا ہوں اورتم مجھے پھر نہ دیکھو گے ۔ عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردارمجرم ٹھہرایا گیا ہے ۔مجھے تم سے اوربھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئے گا توتم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میری بزرگی ظاہرکرے گا۔ اس لئے مجھے ہی سے حاصل کرکے تمہیں خبریں دے گا۔ جو کچھ پروردگار کا ہے وہ سب میرا ہے ۔ اس لئے میں نے کہا وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اورتمہیں خبریں دے گا۔ (یوحنا ۱۶: ۷، ۱۴)۔

"دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اس کو تم پر نازل کرونگا لیکن جب تک عالم بالا پر سے تم کو قوت کا لباس نہ ملے اس شہرمیں ٹھیرے رہو"۔(لوقا ۲۴: ۴۹)۔

اب غورکیجئے کہ اس روح حق کی کن کن صفات کا ذکر ہوا ہے ۔ آیا وہ صفات حضرت محمد پر صادق آسکتی ہیں یا نہیں۔

اول۔ یہ آنے والا روح حق کہلاتا ہے۔ کیا کبھی حضرت محمد نے اپنے تئیں روح حق بیان کیا یا قرآن میں یہ نام اُن کو دیا گیا؟

دوم۔ یہ روح حق مسیح کے نام سے آتا ہے۔ بلکہ مسیح باپ کی طرف سے اُس کو بھیجتا ہے۔ کیا حضرت محمد مسیح کے

آنام سے آئے یا محمدی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح نے باپ کی طرف سے حضرت محمد کو بھیجا ہے؟ کیونکہ اس کے مطابق اگر یہ روح حق حضرت محمد ہو تو وہ مسیح کا رسول ہوگا۔

سوم۔ یہ روح حق باپ کی طرف سے یا باپ سے نکلتا ہے یعنی الہٰی ذات رکھتا ہے۔ کیا حضرت محمد خدا باپ سے یا اُس کی طرف سے نکلتا اور الہٰی ذات رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

چہارم۔ یہ روح حق مسیح کے شاگردوں کو وہ ساری باتیں یاد دلائیگا جو مسیح نے اُنہیں سکھائی تھیں۔ کہاں حضرت محمد نے وہ ساری باتیں مسیحیوں کو یاددلائیں جو مسیح نے اپنے شاگردوں کو کہی تھیں اُن کا عشر عشیر بھی قرآن یا احادیث میں اس طور پر مذکور نہیں ہے۔

پنجم۔ یہ روح حق آکر حق کی پوری راہ دکھائیگی اورآئندہ کی خبریں دیگی وہ مسیح کا جلال ظاہر کریگی کیونکہ وہ سب کچھ مسیح سے حاصل کریگی حضرت محمد نے کہاں کامل راہ دکھائی بلکہ وہ تواعلیٰ روحانی تعلیم سے ہٹا کر ابتدائی یہودی تعلیم کی طرف لے گئے۔ کونسی آئندہ کی خبریں دیں کہاں مسیح کا جلال ظاہر کیا بلکہ لاکھوں کروڑوں کو مسیح کی طرف ہٹادیا اورمسیح کے درجہ کو گھٹادیا۔ کہاں حضرت محمد مقر ہیں کہ میں نے ساری باتیں مسیح سے حاصل کی ہیں۔

ششم۔ اس روح کے بارہ میں یہ بھی مندرج ہے کہ وہ ہمیشہ تک شاگردوں کے ساتھ رہیگا۔

اب حضرت محمد اول تو تقریباً چھ سو برس بعد آئے۔ ان کی نسبت یہ کیسے صادق آسکتا ہے۔ کہ وہ مسیح کے وقت سے ابد تک مسیح کے شاگردوں کے ساتھ رہیگا۔

دوم۔ کہاں مسیحی لوگ حضرت محمد کومانتے ہیں یا حضرت محمد مسیحیوں کی مدد کرتا یا اُن کے ساتھ رہتا ہے۔

ہفتم۔ پھر لکھا ہے کہ اس روح حق کو دنیا نہ دیکھتی نہ جانتی ہے۔ کیا حضرت محمد کو دنیا نے کبھی نہیں دیکھا اورنہیں جانا؟

ہشتم۔ لکھا ہے کہ اس روح حق کو مسیح کے شاگرد جانتے ہیں۔ تم اُسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے۔ کیا حضرت محمد کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں۔ ہرگزنہیں۔

نہم۔ اس روح حق کی یہ صفت بھی مسیح نے بیان کی کہ" وہ تمہارے اندرہیگی" حضرت محمد کہاں مسیحیوں کے اندر رہتے ہیں۔

دہم۔ اس روح کی آمدہ عرصہ بھی مسیح نے محدود کردیا چنانچہ شاگردوں کوتاکید کی کہ اس کے آنے تک یروشلیم میں ٹھیرے رہو۔ اس سے صاف قطعی فیصلہ ہوجاتاہے کہ یہ پیشینگوئی ہرگز ہرگز حضرت محمد پر صادق نہیں آتی جو تقریباً چھ سوبرس بعد برپا ہوئے اوروہ بھی عرب میں نہ یروشلیم میں ۔ لیکن اعمال کی کتاب کے پڑھنے سے اس روح کے نزول وآمد کا سارا حال کھل جاتاہے۔

الغرض جب یہ بیان ہوچکا عثمان شریف سے کچھ جواب نہ آیا۔ توملاطہ وغیرہ نے ایک اوردن مقررکیا اور کہاکہ وہ خود میرے ساتھ مباحثہ کرینگے کیونکہ اس جوان کو بہت واقفیت نہیں ہے میں نے منظورکرلیا جلسہ برخاست ہوا۔ اس کے لئے خدا کا شکرکیا۔

آٹھواں باب

پُرانے اُستاد سے ملاقات

یہاں مولانا عبدالقادر گرامی صاحب برسوں سے مسکن پذیر تھے۔ ان کا وطن تو پنجاب تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی قدردانی اُن کو پنجاب سے کھینچ کر حیدرآباد لے گئی۔ نواب صاحب کی طرف سے منصب مل گیا۔ ریاست کی طرف سے شاعر مقررہوئے۔ یہ صاحب لدھیانہ میں فارسی معلم تھے۔ بندہ بھی ان دنوں میں لدھیانہ گورنمنٹ سکول میں تعلیم پاتا تھا۔ وہاں شرف قدمبوسی حاصل ہوا تھا۔ اوران کی شاگردی کا حق بھی ملا تھا۔ علاوہ تعلیم فارسی کے آنجناب شعربھی کہا کرتے تھے۔ اس طبع موزون اورشعر خوانی کے باعث ہر دل عزیزتھے۔ ہرمجلس میں یہ رنگ جماتے۔ ہرمحفل کو رونق دیتے تھے اُن دنوں میں سرسید حسین صاحب جگرنوای بورڈنگ ہاؤس کے سپر ٹینڈنٹ تھے ان کی طبعیت بھی شعرواشعار کی طرف بڑی مائل تھی اور شاید اسی وجہ سے گرامی صاحب کے بڑے دوست تھے۔ گرامی صاحب اکثرآپ

کی ملاقات کو آتے ہیں۔ چند طلبا بھی ہالہ کی طرح آپ کو آگھیرتے اورہرایک کی یہی التجا ہوتی کہ گرامی صاحب کچھ سنائے یہ بھی اپنے طبعزاد شعروں کے ذریعہ ہم کوممنون اور محظوظ کرتے کبھی کبھی یہ بھی فرماتے کہ کسی خوبصورت شخص کو سامنے بٹھا دوپھر جتنے شعر چاہو سن لو ان دنوں ایک طالب علم بہت جو خوبصورت جوان تھا اُس کو ہم سامنے لا بیٹھاتے رومی ٹوپی اُس کے سرپر رکھتے پھر توگرامی صاحب کی طبع رسا جوش زن ہوتی اورپھول اورتمر برسانے لگ جاتی تھی۔

کیا ہی لطف کا زمانہ تھا۔ جب یہ خبر لگی کہ گرامی صاحب حیدرآباد میں تشریف رکھتے ہیں پھر تو وہ قدیم سماں آنکھوں میں پھر گیا۔ پرانے دن یاد آگئے۔ اورجب ڈاکٹر نیشی کنٹھ کے لکچر کے وقت اُن کے شعر سے تو زیادہ شوق پیدا ہوا۔ الغرض ایک شخص رہنما کو ساتھ لیا۔ آپ کے مکان پرحاضر ہوئے۔ اُنہوں نے بھی پہچان لیا۔ ایک دوسرے کی ملاقات سے نہایت خوشی ہوئی ۔ پُرانی باتیں یادآئیں پُرانے دوستوں کا حال پوچھا پاچھا۔ پان گلوری کا مزا اڑایا۔ چاے کہ پیالہ نوش کیا۔ حبِ وطن ازملکِ سلیماں خوشترکا چرچاہوا۔ آئندہ ملاقات کا وعدہ ہوا اوررخصت ہوکر بندہ اپنے مکان پر پہنچا۔ شام کو جلسہ پر ہیزگاری تھا اُس میں حاضر ہوا۔ عد جلسہ ڈاکٹر نندی صاحب کے کھانا کھایا اور مسٹر تارا چند صاحب کے ہاں شب باشی کی اور صبح کو حاضری کھائی وعظ کو تیارکیا۔

دوسرے روزاتوارتھا۔ صبح کو مشن ہاؤس میں وعظ کیا۔ شام کو ایس پی ۔ جی کے گرجا میں وعظ کیا۔ رات کو کثرت سے بارش ہوئی ۔

نواں باب

عصمتِ انبیائی

۱۴ستمبر بدھ کے روز مشن ہاؤس میں بہت محمدی صاحبان حاضر ہوئے ۔ ملاطہ صاحب نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے مباحثہ کرینگے۔ اور شرائط مباحثہ پہلے سے مقرر کی جائینگی۔ فریقین اُن شرائط کے پابند رہینگے مجھے بھی یہ منظور ہوا۔ چنانچہ جب وہ محمدی دوستوں کے ساتھ تشریف لائے تواُنہوں نے چند تحریری شرائط پیش کیں وہ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔

۱۔ گفتگو خلاف کتب الہٰی نہ ہو۔

۲۔ بلند آواز سے گفتگو نہ کریں جو خلاف قاعدہ ہو۔

۳۔ اثناے مناظرہ میں قہقہ نہ مارنا۔

۴۔ مطلب سے گریز نہ کرنا۔ یعنی ایک مضمون کو چھوڑ کر بلاواسطہ یا باواسطہ دوسرے پر نہ جانا۔ باواسطہ سے یہ مراد ہے کہ نظیر ومثال نہ دینا جب تک مناظر مطلب نہ سمجھنے کا اظہار نہ کرے۔

۵۔ الفاظ غریبہ استعمال نہ کرنا جن کومناظرین نہ سمجھتے ہوں۔

۶۔ حتیٰ الامکان مطلب کو طول نہ دینا۔

۷۔ جب ایک شخص کلام کرتاہو تو دوسرا خاموش رہے۔

۸۔ میر مجلس صاحب کو اختیار ہے کہ جب اثناے گفتگو میں کوئی امر قاعدہ مقررہ کے خلاف دیکھیں تو وہ متکلم کوآگاہ کردیں۔

۹۔ ضرورت کے وقت دلیل عقلی کو موقعہ دیا جائے۔

۱۰۔ تقریر میں جو الفاظ مشترکہ استعمال ہوں جن کے کئی ایک یا مختلف معنی ہوسکتے ہیں اُن میں سے ایک معنی کی تحقیق کی جائے تاکہ سلسلہ گفتگو برابر چلے۔

۱۱۔ ان قوانین میں فریقین کی رضامندی سے تبدیلی ہوسکتی ہے اوران میں بڑھاگھٹاسکتے ہیں۔

۱۲۔ جس کتاب سے اظہار مطلب کیلئے دلیل پیش کی جائے تو وہ کتاب جھوٹ اورشکیہ الفاظ سے مبرا اورمعرا ہو یعنی اگرکسی کتاب میں جھوٹ اورشکیہ الفاظ پائے جائیں۔ تو

وہ صرف اُنہیں الفاظ میں کمزور ہوگی۔ اس سے باقی کتاب پر نقص نہ آئے گا۔

ملاطہ صاحب نے چند رسالے مسیحی دین کے خلاف لکھے تھے۔ اس مقررہ دن سے پیشتر میں نے ان کا مطالعہ کرلیا تھا تاکہ مجھے ان کے خیالات اور اعتراضات معلوم ہوجائیں۔ کیونکہ اُنہوں نے یہ بتانا نہیں چاہا تھاکہ کس مضمون پر بحث ہوگی ان رسالوں سے معلوم ہواکہ صحت انجیل پر ان کے اعتراض تھے کئی یورپین مصنفوں کی کتابوں سے انہوں نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ انجیل محرف ہے اوربگڑ گئی ہے اسلئے قابل اعتبارنہیں۔ میں امید کرتاتھاکہ غالباً وہ اسی مضمون پر بحث کرینگے۔ جب اُنہوں نے آخری شرط مناظرہ پیش کی تو وہ اُس وقت صرف اتنی تھی" جس کتاب سے اظہارمطلب کےلئے دلیل پیش کی جائے تو یہ کتاب جھوٹ اورشکیہ الفاظ سے معرا اورمبرا ہو۔ اس کو دیکھتے ہی میں ان کا مطلب تاڑگیا اورفوراً تشریحی جملہ پیش کیا کہ بڑھایا جائے۔ چنانچہ کچھ بحث کے بعد یہ جملہ بڑھایا گیا۔ " یعنی اگرکسی کتاب میں جھوٹ اورمشکوک الفاظ پائے جائیں تو وہ صرف انہیں الفاظ میں کمزور ہوگی اس سے باقی کتاب پر نقص لازم نہ آئے گا۔

جب شرائط مناظرہ کا فیصلہ ہوچکا اور دوشخص ثالث مقرر ہوئے ایک تو محمدی صاحب اورایک پادری گولڈ اسمتھ صاحب اور ملاطہ صاحب کو کہا کہ وہ اپنا سوال پیش کریں۔ تواُنہوں نے عذرکیا اورکہاکہ ان کی بجائے ایک دوسرے شخص کو مباحثہ کےلئے منظور کریں کہ وہ خود دوسرے بدھ کو مباحثہ کرینگے۔ ان کا یوں پہلوتہی کرنا پسند تونہیں آیالیکن چونکہ اتنے لوگ جمع ہوچکے تھے۔ میں نے اُس دوسرے شخص سے گفتگو کرنا منظورکیا۔ یہ دوسرے شخص غلام حسین نامی ریاست حیدرآباد میں وکالت کرتے ہیں۔ بازار میں ایک دفعہ جب اُن سے گفتگو کا اتفاق ہوا تھا۔ تواُنہوں نے لوط کے قصہ کو بیان کرکے یہ ظاہر کرنا چاہاکہ جس کتاب میں یہ قصہ ہو اورایک نبی پر یہ الزام زنا کا لگا یا گیا ہو وہ کتاب خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ آج بھی جب اُن کو گفتگو کا موقع دیا گیا۔ تواُنہوں نے یہ سوال کیا" کیا

تمام پیغمبروں کو آپ حق سمجھتے ہیں"۔ میں نے یہی جواب دیا اس سوال میں دو لفظ مشترکہ ہیں۔

اول۔ لفظ "تمام" بلحاظ محمدیوں کے یہ لفظ حضرت محمد تک حاوی ہے اور بلحاظ مسیحیوں کے اس میں وہی انبیائی شامل ہیں جو بائبل میں انبیائی کہلاتے ہیں۔ اسلئے میں نے یہ دریافت کیاکہ تم اس لفظ کو محمدی معنی میں استعمال کرتے ہو یا مسیحی معنی میں۔ شیعہ صاحب نے کہا کہ جس معنی میں آپ اس لفظ کو لینا پسند کریں۔ میں نے جواب دیا کہ میں صرف اُن انبیائی کے بارہ میں جواب دہ ہوں جن کا ذکر بائبل میں آیا اور کسی کا ذمہ وارنہیں ہوں۔

دوسرا لفظ حق تھا۔ میں نے یہ کہا کہ لفظ حق تین معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔

(۱۔) کسی کا حقیقتاً موجود ہونا۔ اس معنی میں شیطان بھی حق ہے کیونکہ وہ سچ مچ موجود ہے۔

(۲۔) اپنے پیغام پہنچانے میں امانتدار ہونا۔

(۳۔) سراسر اول سے تادم زیست راستی پر چلنا اور کسی قصور کا سرزد نہ ہونا۔

ان معنوں کے لحاظ سے پہلے معنی میں سارے نبیوں کو میں حق سمجھتا ہوں۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت موجود تھے۔

دوسرے معنی میں بھی ان کو میں حق سمجھتا ہوں کیونکہ جو پیغام خدا نے ان کے سپرد کیا اُس کو اُنہوں نے وفاداری سے خدا کے بندوں کے پاس پہنچادیا۔

تیسرے معنی میں سارے انبیائی کو میں حق نہیں سمجھتا صرف ایک ہی کو حق سمجھتا ہوں یعنی سیدنا مسیح اور خود خدا اس معنی میں حق ہے کیونکہ صرف وہی سراسر پاک اور ہر گناہ سے مبرا اور منزہ ہیں۔

شیعہ صاحب۔ کیوں تم تیسرے معنی میں سارے انبیائی کو حق نہیں سمجھتے۔

جواب۔ کیونکہ اکثر ان نبیوں کے قصوروں اور غلطیوں کا ذکر آیا ہے۔ قرآن بھی اس پر اتفاق ظاہر کرتا ہے کہ آدم سے خطا ہوئی۔ ابراہیم، موسیٰ وغیرہ انبیائی سے خطائیں ہوئیں اور خدا کی طرف سے اُن کو حکم ہوا کہ معافی مانگیں۔ بائبل میں بھی یہی ذکر ہے کہ سوائے مسیح کے اور کوئی خطا سے نہیں بچا۔

یہ سوال تو یہاں ختم ہوگیا۔ اب شیعہ صاحب نے اپنا خاص سوال پیش کیا جس کی تاک میں لگے تھے اور موقع نہ ملا تھا۔

شیعہ صاحب ۔ کیا باپ بیٹی سے زنا کرسکتا ہے؟

جواب۔ لفظ کرسکتا ہے۔ مشترالمعنی ہے ۔ مثلاً

۱۔ بلحاظ قدرت

۲۔ بلحاظ شرع

۳۔ بلحاظ رسم، یا

۴۔ بلحاظ غلطی کے کرسکتا ہے؟

پس آپ کس معنی میں پوچھتے ہیں۔ کہ باپ بیٹی سے زنا کرسکتا ہے ۔

بلحاظ قدرت کے وہ کرسکتا ہے یعنی جسمانی طاقت اور قوائے فطری کے لحاظ سے وہ ایسا کام کرنے پر قادر ہے۔ یعنی وہ کرسکتا ہے۔

بلحاظ شروع کے وہ کرسکتا ہے۔ یعنی اگر کسی قوم کی شریعت میں بیٹی سے شادی کرنے کی اجازت ہو۔تو وہ کرسکتا ہے۔

بلحاظ رسم کے کرسکتا ہے۔ اگر کسی قوم میں ایسی رسم پڑگئی ہو۔ تو اس رسم کے زور پر آدمی ایسا کام کرسکتا ہے۔

پھر بلحاظ غلطی کے ایسا کام کرسکتا ہے۔

شیعہ صاحب۔ کیا باپ بیٹی سے غلطی سے زنا کرسکتا ہے۔

جواب ۔ ہاں۔

شیعہ صاحب۔ غلطی سے کیا مراد ہے۔کیوں غلطی سے زنا کرسکتا ہے؟

جواب ۔ غلطی سے مراد یہ ہے کہ

۱۔ وہ نہ جانتا ہو کہ یہ میری لڑکی ہے۔

۲۔ وہ حواس میں نہ ہو۔ یا۔

۳۔ اُس نے کسی وجہ سے دھوکا کھایا ہو۔

پس ایسی حالت میں وہ معذور ہے۔ اگرچہ یہ فعل اس سے سرزد ہوا۔ لیکن پھر بھی وہ کسی قدر معذور ہے۔ ایسی غلطی نبیوں سے ہوسکتی ہے۔

شیعہ صاحب۔ حکم الٰہی کے خلا ف کرنا بھی تو غلطی کرنا ہے۔

جواب۔ میں نے دوسرے معنی میں اس کا ذکر کردیا کہ بلحاظ شروع سے گناہ کرسکتا ہے ۔ اب ان تین پہلے معنوں کو چھوڑکر چوتھے معنی پر گفتگو اور سوال ہے۔ اس لئے اب ان معنوں میں کو خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔

اس پر وہ صاحب بڑے طیش میں آگئے۔ مباحثہ بھول گئے۔ شرائط مناظرہ کا پاس نہ رہا۔ ثالثوں کی آگاہی پر توجہ نہ کی۔ آخر ملاطه اور مسٹر اختر وغیرہ نے مشکل سے اُن کو خاموش کرایا۔ یوں اس مباحثہ کا خاتمہ ہوا۔ بعد مباحثہ چند محمدیوں نے افسوس ظاہر کیا کہ کیوں ایسے شخصوں کے ساتھ گفتگو کرکے وقت ضائع کرتے ہو۔ لیکن ہم نے خدا کا شکر کیاکہ یہ سوال جوبار بار محمدی کرتے اور الزام لگاتے تھے۔ اب ایسی جرات نہ کرینگے۔ اورمباحثہ میں تحمل برداشت ۔ بے تعصبی وغیرہ مسیحی سیرت کے ظاہرہونے سے حاضرین پر اچھی تاثیر ہوتی ہے۔ جلسہ کے بعدہم مسیحیوں نے مل کر ان سب کے لئے دعا کی۔

دسواں باب

تجسم

۱۵ستمبر کو میرا دوسرا لکچر مشن ہاؤس کے میدان میں ہوا۔ ڈاکٹر نندی صاحب میر مجلس تھے۔ اکثر محمدی صاحبان حاضرتھے۔ مضمون لکچر کا یہ تھا " کلام مجسم ہوا"۔

لکچر

آج میں آپ کے سامنے مسیحی دین کے خاص مسئلہ کا ذکر کیا چاہتاہوں جس کے بارہ میں بہت غلط فہمیاں لوگوں کے درمیان ہیں۔ لیکن وہ ایسا مسئلہ ہے جسے ہم دینداری کی جان انسانیت کا اعلیٰ مقصد اورکمال کہہ سکتے ہیں۔ یعنی خدا کا جسم میں ظاہر ہونا جیسالکھا ہے کہ " ابتدا میں کلام تھا کلام خدا کے ساتھ تھا۔کلام خدا تھا۔۔۔۔اورکلام مجسم ہوا"(یوحنا ۱: ۱، ۱۴)۔

شروع ہی میں اس بات کو ظاہر کردینا نہایت ضرور ہے ۔ کہ خدا کے تجسم سے کیا مراد ہے کیونکہ جب ایک دفعہ

صاف طورپر تجسم کی تشریح ہوجائے توہم کل مضمون کو بخوبی سمجھ سکینگے۔

اب سنئے۔ تجسم سے مراد ہے کسی کا جسم میں ظاہر ہونا۔ خدا کے تجسم سے مراد ہے خدا کا جسم میں ظاہر ہونا۔ یادرکھئے کہ کسی کا جسم میں ظاہر ہونا اور شے ہے کسی کا جسم بننا اور شے ہے۔ ان میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔ خدا کی نسبت ہم نہیں کہتے کہ وہ جسم بن گیا۔ یہ توناممکن اور بالکل غلط ہے۔ یہ انجیل شریف کی تعلیم نہیں۔ بلکہ ہم مسیحی کتاب مقدس کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ خدا جسم میں ظاہر ہوا۔ الہٰی ذات مادی ذات میں تبدیل نہیں ہوگئی۔ لیکن الہٰی ذات مادی ذات میں یا مادی ذات کے ذریعہ گویااُس کے پردے میں سے ظاہر ہوئی ۔ اس کی مثال ہم خود ہیں۔ روح اورمادہ دو متفرق اشیا ہیں۔ روح مادہ نہیں ہوسکتی۔ اورمادہ روح نہیں ہوسکتا۔لیکن روح مادہ میں ظاہر ہوسکتی ہے ہم انسانوں میں روح مجسم ہوا ہے یعنی مادی بدن میں روح کا ظہورہوا ہے یا یہ کہو کہ روح کا تجسم ہوا ہے مادہ کے خواص ہم میں بحال رہتے ہیں اورروح کے خواص بھی باقی رہتے ہیں۔ مادی جسم کی زندگی خوراک پر مبنی ہے لیکن روح کی زندگی خوراک پر مبنی نہیں۔ جسم جگہ گھیر تا وزن رکھتا ہے وغیرہ۔ روح نہ جگہ گھیرتی نہ وزن رکھتی ہے (روح کی ایسی حالت کے باعث بعض عالموں نے ٹھوکر کھائی اورروح کا بالکل انکارکیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انسان کے رگ وریشہ کو چھان مارا ہے۔ لیکن روح کا پتہ نہیں ملا۔ اس لئے روح کوئی شے نہیں) پھر بھی روح جسم میں ظاہر ہے ۔ اُس کے کام جسم کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں اورہم روح اوربدن یایہ کہو کہ روح کے تجسم کو مانتے ہیں۔ اس مضمون کی وضاحت کے لئے اس مثال کی تشریح ضرورتھی شاید اسی وجہ سے کسی نے کہا ہے کہ جس نےاپنے نفس کوپہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا (من و عرف نفسه فقد عرف ربه) اس مثال کے ذریعے آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہونگے۔ کہ ہم تجسم خدا کو کس معنی میں لیتے ہیں۔

نوع انسان کی حس مذہبی کسی زمانہ میں اس کے بغیر نہیں رہی ہے مصریوں، کسدیوں، عبرانیوں، عربوں ، ہندوؤں چینیوں وغیرہ تقریباً ساری قوموں میں یہ خیال پایا جاتا ہے

کہ خدا کسی نہ کسی مقصد سے جسم میں ظاہر ہوا ہے۔ خواہ وہ حیوان کا جسم ہو یا انسان کا یا کوئی اورعنصری جسم کو انسان آنکھ سے دیکھ سکے۔ چونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ اقوام مذکورہ بالا میں یہ خیال پایا جاتا تھا اوربعض میں اب تک پایا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حس مذہبی کی تسلی وتشفی اس طرح سے ہوتی ہے چونکہ حسِ مذہبی دوسری حسوں پر فوق رکھتی ہے اس لئے یہ مسئلہ دیگر مسائل پر فوق رکھتا ہے اوریہی حس ہم کو حیوانات سے ممیزکرتی ہے۔ پس جو موضوع اس حس مذہبی کا ہوگا وہ ہماری ہستی کا اعلیٰ مقصد بھی ہوگا۔ یہ تو قیاس چاہتا ہے۔

البتہ محمدی صاحبان اعتراض کرینگے کہ ہم اس مسئلہ کو نہیں مان سکتے کہ خدا جسم میں ظاہر ہوا اب ذرا تحقیق کریں کہ آیا ان کا مذہب سچ مچ اس خیال تجسم کے خلاف ہے یا نہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے محمدی مذہب اس خیال کے خلاف نہیں ہے چنانچہ سورہ طٰہٰ (۲۰ سورہ) کے شروع ہی میں حضرت موسیٰ کے بیان میں یہ مذکور ہے کہ موسیٰ کو دور سے آگ دکھائی دی تو وہ اس کے نزدیک آگ لینے کےلئے گئے۔ جب نزدیک پہنچے تو یہ آواز آئی ۔ یا موسیٰ انی انا ربک" اے موسیٰ ہم ہیں تمہارے پروردگارتواپنی جوتیاں اتارڈال"۔ اب خدا ناریا شعلہ آتش میں ظاہر ہوا ہے۔ یعنی نارمیں مجسم ہوا ہے ۔ ویسے ہی محمدی احادیث میں جہاں آخرت میں خدا کے دیدار کا ذکرآیا ہے۔ وہاں بھی یہی خیال پایا جاتا ہے کہ وہ پردہ نورمیں یا نورانی صورت میں اپنے بندوں کواپنا دیدار بخشتا ہے۔ پس خدا جب ایک عنصر یعنی آتش میں اپنے تئیں ظاہرکرسکتا ہے اوراُس نےظاہر کیا ہے تودیگر عناصر یعنی باد۔ آب اورخاک میں بھی اپنے تئیں ظاہر کرسکتا ہے۔یعنی بادی ۔ آبی ، خاکی صورت یاپردے میں اس کا ظہورممکن ہوگیا۔

اب تویہ ان کےلئے دلیل ہے جواہل شرع اور خاص مخالف مسئلہ تجسم کے نظرآتے ہیں۔ صوفیہ کرام کا تو یہ خاص مسئلہ ہے۔ کہ خدا انسان میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ جسم انسانی وہ ہیکل ہے جس میں خدا رہتا ہے۔ یہ حقیقی مسجد اور خانہ خدا ہے۔ اگرچہ خدا کو ڈھونڈھنا چاہو تو اپنے اندر ڈھونڈھو ان کے خیال میں توانسان نہ صرف مظہر روح ہے

بلکہ مظہر خدا ہے ۔ یعنی جس کے ذریعے خدا اپنے تئیں ظاہرکرتا ہے اورانجیل شریف میں بھی یہی مسئلہ ہے کہ کلمہ مجسم ہوا اورہم نے اس کا جلال دیکھا۔۔۔۔۔۔فضل اور راستی سے معمور۔

اب یہ سوال رہا کہ عقلی طورپر بھی اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے یا نہیں۔ میرے خیال میں عقل اس کی بڑی بھاری ممد ہے۔ ہماری ہستی کا قانون ہی یہ ہے کہ ہم خدا کو مجسم مانیں ورنہ خدا کا خیال بھی نہیں کرسکتے خدا کا تصور کرنا ہی تجسم کی دلیل ہے جب ہم زبان سے یہ کلمہ ہی نکالتے ہیں کہ خدا ہے۔ توہم خدا کو مجسم بنادیتے ہیں کیونکہ عقلی طورپر کسی چیز کا ہونا دلالت کرتا ہے مکان وزمان پر جہاں تک ہمارا تجربہ ومشاہدہ جاتاہے۔ وہ مکان وزمان سے محدود ہے۔ مکان وزمان سے باہر ہم خیال کرہی نہیں سکتے۔ اورکسی چیز کی ہستی کا خیال بلامکان وزمان کے عقل میں گذرہی نہیں سکتا۔ پس جب ہم نےیہ کہا کہ خدا ہے توہم نے اُس کو مکان وزمان میں فرض کرلیا۔ تب اس کا خیال ہمارے ذہن میں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کا عرش معلیٰ پر ہونا ماناجاتاہے گووہ لامکان ہے وزمان کہلاتاہے لیکن وہ ایک خاص مکان پر ساکن نظرآتاہے۔ بلاتجسم خدا کی ہستی کا خیال بھی ہم نہیں کرسکتے ۔ اوریوں وہ اعتراض بھی رفع ہوجاتاہے جو خدا کے تجسم پر کیا جاتاہے کہ تجسم ماننے سے خدا محدود ہوجاتاہے ۔ یادرکھئے خدا اپنی ذات میں غیر محدود ہے ۔ لیکن جب وہ انسان پر اپنے تئیں ظاہر کرتا یا انسان اُس کا تصورکیا چاہتاہے تو محدود صورت ہی میں ہوسکتاہے۔ خدا کا مکاشفہ اورخدا کا تصورہمیشہ محدود ہی ہوگا۔ اس کے بغیر خدا کا علم ناممکن ہے۔ ایک دوسری مثال سے میرا مطلب واضح ہوگا۔ ہم سب مانتے ہیں کہ خدا ہر جگہ حاضر ہے اوریہ بھی مانتے ہیں کہ کلیتہً حاضر ہے کیونکہ خدا کا جزاً حاضر ہونا اس کی شان کے خلاف ہے۔ جہاں وہ حاضر ہے کلیتاً حاضر ہے۔ خواہ کسی احاطہ یا مکان یا سوراخ کا خیال کرلو وہاں خدا حاضر ہے اورکلیتاً حاضر ہے اگرچہ احاطہ محدود ومکان محدود ہے اورمحدود جگہ میں خداکلیتاً حاضر ہے ۔ پھربھی ہم کہتے ہیں کہ وہ دیگرمقامات میں بھی حاضر ہے اُس کا ایک جگہ یا ایک حالت میں کلیتاً

حاضر ہونا باقی جہان میں کلیتاً حاضر ہونے کا نقیض نہیں اور نہ وہ محدود ہوجاتا ہے اگرچہ محدود جگہ میں وہ کلیتاً موجود مانا جاتا ہے۔

ایک دوسرا اعتراض بھی اس سے رفع ہوجاتا ہے۔ کہ خدا کا مریم کے پیٹ میں آنا گویا اُس کو غلیظ کردیتا ہے (نعوذ باالله) اس جہاں میں غلاظت کثرت سے ہے تو بھی اس سے خدا کی حضوری غلیظ نہیں ہوسکتی۔ آفتاب کی کرنیں گندی جگہ پرپڑنے سے گندہ نہیں ہوسکتی۔ ویسا ہی حضرت مریم کے شکم میں خدا کے جسم اختیارکرنے اس کو گندگی نہیں لگ سکتی۔ اوریہ خیال کہ بچہ پیٹ میں حیض ونفاس کھاتا ہے۔ آج کل طبابت سے غلط ثابت ہوا ہے بچہ حیض ونفاس نہیں کھاتا۔

اس سلسلہ میں ہم یہاں تک پہنچ گئے کہ خدا کے تجسم کا خیال نوع انسان کی مذہبی حس کے خلاف نہیں۔ محمدی مذہب بھی اس کے خلاف نہیں۔ عقل ممد ہے ۔ انسان کی ہستی کا یہ قانون ہے کہ خدا کو کسی نہ کسی محدود صورت میں مانیں۔

مخفی نہ رہے کہ خدا کا تجسم جزوی ہوسکتا ہے۔ عارضی ہوسکتا ہے کلی اوردائمی ہوسکتا ہے۔

جزوی کی مثال۔ خدا کی صفات کا ظہور اشیا میں ہوتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے " ہر پتے میں ہے پتا اُس کا۔ وہ عناصر میں ظاہر ہوتا ہے ۔ جیسے آتش ۔ بادوغیرہ میں۔ لیکن چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔اورخدا کی صورت پر خلق ہوا ہے۔ اورخدا کی صورت پر بنایا جانا ہی اُس کو غالباً اشرف المخلوقات ٹھیراتا ہے۔ اس لئے اگر خدا کا کامل مکاشفہ ہوسکتا ہے تو انسان میں ہوسکتا ہے اورخدا کی صورت پر بننے ہی میں یہ ایما معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسے مقصد کے لئے بنایا گیا کہ خدا اُس میں بسے۔ آدم گویا قالب ہوا اورخدا جان ہو۔

شاید یہی وجہ تھی کہ خدا جب اپنے خاص رسولوں پر ظاہر ہوا تو اکثر شکل انسان ہی میں ظاہر ہوا مثلاً حضرت ابراہیم پر جس کا ذکر پیدائش کی کتاب کے اٹھارہویں باب میں ہوا ہے۔ دانی ایل نبی کے رویت میں وہ انسانی شکل میں نظر آتا ہے۔ چنانچہ دانی ایل کہتا ہے۔ کہ " میں یہاں تک دیکھتا رہا

که کرسیاں رکھی گئیں اور قدیم الایام بیٹھ گیا۔ اُس کا لباس برف سا سفید تھا اوراس کے سر کے بال صاف ستھرے اُون کی مانند۔۔۔۔۔ میں نے رات کی رویتوں کے وسیلے دیکھا اورکیا دیکھتاہوں که ایک شخص آدمزاد کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا۔۔۔۔" دانی ایل ۷باب یه عظیم الشان رویتیں تھیں اورعارضی تھیں۔ خدا نے اپنے تئیں ظاہر کرنے کےلئے انسانی صورت کو عارضی طورپر اختیارکیا تھا۔ کیونکه انسان خدا کو انسانی خیالات وتصورات کے ذریعے ہی سمجھ سکتا ہے۔ اس کے بغیرخدا کا علم ہونہیں سکتا۔پس جتنا زیادہ اعلیٰ انسان ہوگا اتنا زیادہ اُس میں خدا کا ظہور ہوسکتا ہے۔ اسلئے اکمل اور افضل مکاشفه خدا کےلئے اکمل وافضل شخص چاہیے ۔ یعنی جوگناہ سے بالکل مبرا ہو۔ اوراعلیٰ اخلاق سے مزین۔ دینداری میں کامل اگرخدا ایسی انسانیت کو اپنے ظہوریا تجسم کےلئے قبول کرے۔ توسب سے اعلیٰ اورافضل ومکاشفه ہوگا۔

ہم مسیحی اس امر کے مدعی ہیں که سیدنا مسیح سارے انسانوں سے اکمل وافضل ہیں۔ وہ ہمیشه خدا کی مرضی کو پورا کرتے اورگناہ سے ہمیشه مبرا رہے۔ وہ جامع صفات حسنه تھے۔ اسلئے ان کی انسانیت کو خدا نے اپنے ظہور کےلئے قبول کیا۔ خدا جسم میں ظاہر ہوا۔ اسے مقدس پولوس دینداری کا بڑا بھید کہتا ہے۔ که وہ" جسم میں ظاہرہوا روح میں راست ٹھہرایا گیا۔ فرشتوں کو دکھائی دیا قوموں میں اس کی منادی ہوئی ۔ جہان میں اُس پر ایمان لائے جلال میں اٹھایا گیا" (۱تیمتھیس ۳: ۱۶)۔

یادرکھئے که یه صرف ہمارا ہی دعویٰ نہیں اور نه صرف حواریوں کا قول ہے۔ ہم ان کی مانند نہیں که پیر نه پردمرید پراند۔

بعض فرقوں نے بعض انسانوں کو جنہوں نے کبھی یه دعویٰ ہی نہیں کیا که ہم میں الوہیت بستی ہے اورہماری انسانیت کے ذریعے وہ الوہیت ظاہر ہورہی ہے۔ ان سے یه تجسم الہٰی منسوب کیا اوران کے نام میں بعض حروف کو نقاب ٹھہرایا اوراس پر خوف رقص ووجد کیا۔

احد درمیم احمد گشته ظاہر
زاحمد تا احد ایک میم فرق است

جہانے اندراں یک میم غرق است

بلکہ سیدنا مسیح نے اس امر کو واضح کردیاکہ جو ازل سے دنیا کی پیدائش سے پیشتر تھا۔ اب جسم میں ظاہر ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ" تمہارا باپ ابراہام مشتاق تھاکہ میرا دن دیکھے۔ چنانچہ اس نے دیکھا اورخوش ہوا۔ پھریہودیوں نے اُس سے کہا کہ تیری عمر تو پچاس سال کی بھی نہیں کیا تونے ابراہام کودیکھا یسوع نے کہا پیشتراس سے کہ ابراہام ہو میں ہوں"(یوحنا ۸: ۵۶ وغیرہ)۔

پھر وہ فرماتے ہیں " اے باپ اپنے ساتھ اس جلال سے جلالی بنا لے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا(یوحنا ۱۷باب)۔

" میں آسمان سے اس لئے نہیں اُترا کہ اپنی مرضی کے موافق عمل کروں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے مطابق"(یوحنا ۶: ۳۸)۔

سیدنا مسیح کے ایک حواری فلپس نامی نے اُس سے کہا" اے خداوند باپ کو ہمیں دکھادے۔یہی ہمیں کافی ہے سیدنا مسیح نے اُس سے کہا۔۔۔۔۔۔۔جس نے مجھے دیکھا ہے اُس نے باپ کو دیکھا ہے۔ توکیونکر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دکھا کیا تو یقین نہیں کرتا۔ کہ میں باپ میں ہوں اورباپ مجھ میں۔ یہ باتیں جومیں تجھ سے کہتاہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا ۔ لیکن باپ مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے میرا یقین کروکہ میں باپ میں ہوں اورباپ مجھ میں"(یوحنا ۱۴۔ ۸ سے)۔

اب اے صاحبان یہ ثابت ہوگیا ہے کہ مذہبی حس اس کی مشتاق عقل اس کی ممد۔ قرآن اس کی طرف اشارہ کرتا ہے خدا کے ہاتھ وغیرہ کا ذکر کرکے بہتوں کے تعصب کو رفع کرنا چاہتا ہے۔ بعض محمدی فرقے اس کے گرویدہ ہیں کہ خدا جسم میں ظاہر ہوا۔ مسیحی گروہ اس کا مدعی ہے۔ مسیح کے حواری اس کا چرچا کرتے چلے گئے۔ خود مسیح نے یہی دعویٰ کیا۔ اوراپنے دعویٰ کو اپنے کاموں سے ثابت کردکھایا پھر عذر کی گنجائش کہاں رہی۔ اے صاحبان اس کو بدل وجان قبول کیجئے۔ جو عمانوایل (یعنی خدا ہمارے ساتھ) یا خدائے مجسم ہے۔

یہاں تک تو دلائل کا ذکر ہوا۔ اب میں مختصراً تجسم کے فوائد۔ بیان کیا چاہتاہوں۔

(۱۔) ایک بڑا فائدہ تو اس سے یہ ہواکہ خدا کا کامل مکاشفہ جواس جہاں میں مل سکتا ہے انسان کو دیا گیا بمقابلہ جزوی مکاشفوں کے جو قدیم بزرگوں کو عطا ہوئے تھے۔ چنانچہ یوں لکھاہے کہ" لگے زمانہ میں خدا نے نبیوں کی معرفت باپ دادوں سے حصہ بحصہ اور طرح بہ طرح کلام کرکے اس زمانہ کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا جسے اُس نے ساری چیزوں کا وارث ٹھیرایا اورجس کے وسیلے سے اُس نے عالم پیدا کئے۔ وہ اُس کے جلال کی رونق اورا سکی ذات کا نقش ہوکر سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے"۔ (عبرانیوں ۱: ۱سے۔۔۔)۔

(۲۔) دوسرا بڑا فائدہ یہ ہواکہ آسمان وزمین کا اتحاد اسی تجسم کے ذریعہ سے ہوا۔ آسمان وزمین اورخداوانسان میں آدم کے گناہ کے باعث جو جدائی ہوگئی تھی۔ اب ان کے درمیان اتحاد ممکن ہوگیا۔ کیونکہ اس نے جوآسمانی تھا اوراُسنے جو اللہ تھا۔ زمینی کی صورت پکڑی اور انسان بن گیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ " وہ اندیکھے خدا کی صورت اورتمام مخلوقات سے پہلے مولود ہے۔۔۔۔ باپ کو یہ پسند آیا کہ سارا کمال اُس میں پایاجائے اورسب چیزوں کا اس کے وسیلے سے اپنے ساتھ میل کرلے خواہ وہ زمین کی ہوں خواہ وہ آسمان کی" (کلسیوں ۱: ۱۵، ۱۹، ۲۰)۔

(۳۔) تیسرا فائدہ یہ ہوا کہ انسانوں میں جوباہمی نفاق وجدائی ہے اوراتفاق پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس کا علاج یہ تجسم ہی ہے۔ کہ اس میں نہ صرف اللہ اورانسان کا اتحاد ہوا بلکہ انسان کا باہمی اتحاد بھی ممکن ہوگیا۔ جتنا زیادہ اس تجسم پر لوگ غورکرینگے اوراس میں شریک ہوتے جائینگے اتنا زیادہ اتحاد واتفاق ان میں بڑھتا جائیگا۔ انسان کے اتفاق کی بنیاد اگرکچھ ہوسکتی ہے۔ تویہی ہے اگرچہ مسیحی قومیں اب تک اس درجہ پر نہیں پہنچیں۔ لیکن ان کے پاس علاج موجود ہے۔ جب ان کی نظر کھلیگی ان میں وہ اعلیٰ اتفاق واتحاد بڑھتا جائیگا۔ اب بھی اتنا تونظر آتاہے کہ جنگ سے حتے الامکان پرہیز کیا جاتا ہے ۔ زرکثیر خرچ کیا جاتاہے کہ انسان میں صلح قائم رکھی جائے۔ چنانچہ پولوس رسول کہتاہے" تم جو پہلے

دور تھے اب مسیح یسوع میں مسیح کے خون کے سبب سے نزدیک ہوگئے ہوکیونکہ وہی ہماری صلح ہے جس نے دوکوایک کرلیا اورجدائی کی دیوار کو جوبیچ میں تھی ڈھادیا۔ چنانچہ اس نے اپنے جسم کے ذریعے سے دشمنی۔۔۔۔۔ موقوف کردی تاکہ صلح کرا کے دونو سے اپنے آپ میں ایک نیا انسان پیدا کرے اورصلیب پر دشمنی کو مٹا کر اُس کے سبب سے دونو کو ایک تن بنا کر خدا سے ملائے اوراُس نے آکر تمہیں جو دور تھے اورانہیں جو نزدیک صلح کی خوشخبری دی (افسیوں ۱: ۱۳سے ۱۷)۔

(۴۔) یہ تجسم گناہ کا علاج ہے۔ خدا کا ہمارے اندر بسنا ایک ایسی قوت کا ہمارے اندر پیدا ہونا ہے جوگناہ کوہمارے اندر سے نکال سکتی ہے۔ جب تک اس الہٰی قدرت اوراس الہٰی تجسم کا پرتوہمارے اندرنہ ہو ہم اکیلے شیطان کے ساتھ جنگ نہیں کرسکتے۔ یہ بیرونی جنگ نہیں کہ خدا باہر کھڑا رہ کر ہمارے لئے لڑے بلکہ اندرونی جنگ ہے۔ اوراس میں فتحیابی کی یہی صورت ہے۔ کہ وہ ہمارے اندر بسے یہ لکھا ہے کہ تم یسوع مسیح کا جامہ پہن لو۔ (رومیوں ۱۳: ۱۴)۔

نئی انسانیت کوپہن لو۔ (افسیوں ۴: ۲۴)۔

یہ تجسم وہ اوزار ہے جس کی نسبت مقدس پولوس نے فرمایا۔ " کہ تم خدا کے سارے ہتیار باندھ لو تاکہ تم ابلیس کے منصوبوں کے مقابل میں قائم رہ سکو۔ (افسیوں ۶: ۱۱)۔

(۵۔) تجسم خدا ہر طرح کی نیکی کا باعث اورچشمہ ہے ۔ چنانچہ وہ جو خدائے مجسم ہے یہ فرماتا ہے " تم بھی اگرمجھ میں قائم نہ رہو تو پھل نہیں لاسکتے میں انگور کی بیل ہوں تم ڈالیاں ہوں جومجھ میں قائم رہتا ہے اورمیں اُس میں وہی بہت پھل لاتا ہے۔ کیونکہ مجھ سے جدا ہوکر تم کچھ نہیں کرسکتے" (یوحنا ۱۵: ۴، ۵)۔

پطرس رسول نے فرمایا کہ تم اُس خرابی سے چھوٹ کر جودنیا میں بُری خواہش کے سبب سے ہے اُن کے وسیلے سے ذات الہٰی میں شریک ہوجاؤ۔ پس اسی باعث تم اپنی طرف سے کمال کوشش کرکے اپنے ایمان پر نیکی نیکی پر معرفت

معرفت پر پرہیزگاری پر ہیزگاری پر ۔ صبر صبر۔ دینداری دینداری پر۔ برادرانہ الفت برادرانہ الفت پر محبت بڑھاتے جاؤ۔(۲پطرس ۱: ۵سے)۔

(۶۔)یہ تجسم ہم کو بھی اُس صورت پر بحال کرتا ہے جس پر انسان پہلے بنایا گیا تھا۔ یہ نئی انسانیت کا گویا بیج ہے۔ جب ہم اس مجسم خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ تونئی انسانیت کا ایک بیج ہم میں بویا جاتا ہے اوروہ نشوونما پاتا ہے" جب ہم سب کے بے نقاب چہروں پر خداوند کے جلال کا عکس اس طرح پڑتاجاتاہے جس طرح آئینے میں تو اُس خداوند کے وسیلے سے جو روح ہے ہماری وہی جلالی صورت درجہ بدرجہ بنتی جاتی ہے"(۲کرنتھیوں ۳: ۱۸)۔

(۷۔)دیدارالہٰی جو ہرایماندار کی اُمید ہے وہ صرف انہیں کوحاصل ہوسکتاہے جو اس نئی انسانیت کو حاصل کرکے اُسی مجسم خدا کی تاثیر سے خدا کی صورت پر بنتے جاتے ہیں۔ چنانچہ یوحنا رسول نے فرمایا" عزیزو! ہم اس وقت پروردگار کے فرزند ہیں اورابھی تک یہ ظاہر نہیں ہوا کہ ہم کیا کچھ ہوں گے ۔اتنا جانتے ہیں کہ جب وہ ظاہر ہونگے تو ہم بھی ان کی مانند ہوں گے کیونکہ ان کو ویسا ہی دیکھیں گے جیسا وہ ہیں۔ اورجو کوئی ان سے یہ امید رکھتاہے اپنے آپ کو ویسا ہی پاک کرتا ہے جیسے وہ پاک ہیں۔(۱یوحنا ۳: ۲سے)۔

پس اے صاحبان یہ میرا پیغام ہے جس کویوحنا رسول کے الفاظ میں پیش کرتاہوں" اُس زندگی کے کلام کی بابت جو ابتدا سے تھا اورجسے ہم نے سنا اوراپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور سے دیکھا اوراپنے ہاتھوں سے چھوا۔ یہ زندگی ظاہرہوئی اورہم نے اُسے دیکھا اوراُس کی گواہی دیتے ہیں۔ اوراُسی سے ہمیشہ کی زندگی کی خبر دیتے ہیں ۔ جوباپ کے ساتھ تھی اورہم پر ظاہر ہوئی۔

گیارھواں باب
فلک نما

ہندوستان میں مغلوں کی یادگار اگرچہ اورشے نہ ہو تو ان کی عمارتیں چار دانگ عالم میں مشہور ہیں۔ آگرہ کا تاج محل، دلی کی مسجد، اورنگ آباد میں اورنگ زیب کا مقربہ وغیرہ۔

شد آں مرغ کو خایہ زریں نہاد

حیدرآباد مغلیہ سلطنت کا بقیہ ہے۔ عمارت کے لحاظ سے بھی مغلوں کا نام روشن کررہا ہے۔ یوں تو سارا شہر ہی عجوبہ ہے۔ چاروں طرف سنگین فصیل سے گھرا ہے جس کی لمبائی تین میل اورچوڑائی دومیل ہے۔ اس کی بنیاد محم قلی شاہ گولکنڈہ نے ڈالی تھی۔ پھر حضور نظام کا محل شاہی، جامع مسجد، مکہ مسجد جس میں شاہی قبرستان بھی ہے۔ مسجد افضل گنج، چارمینار، ان میں سے ہر مینار ڈھائی سو فٹ بلند ہے جسے بانی شہر نے وسط شہر میں بنوایا تھا۔ رنگ محل جسے کرنل کرک پیٹرک نے اپنی ہندوستانی بیوی کے واسطے تعمر کروایا۔ اورفلکِ نما جوشہر کے متصل ریاست کے وزیر اعظم نے اپنی رہائش کے لئے بنوایا تھا۔ یہ محل ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقعہ ہے۔ دامن کوہ میں اصطبل اورباغیچہ ہے۔ محل کے اندر ولایتی سامان کثرت سے پایا جاتا ہے تصویریں نہایت دلکش اور قیمتی ،شیشے قد آدم کےبرابر، قیمتی قالین ملک ملک کے فرش بچھے ہوئے ہیں۔ محل کو دیکھ کر عقل حیران ہوتی تھی۔ نواب اقبال الدولہ وزیر صاحب کو بہت دیر تک اس محل کا لطف اٹھانا نصیت نہیں ہوا کہ ملک الموت نے پیغام اجل آسنایا۔اُنکی اولا د محل کو سنبھال نہ سکی حضورنظام نے چالیس لاکھ روپے دیکر خرید لیا۔ ڈاکٹر نندی صاحب کی مہربانی سے اس محل کے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ یہ صاحب اقبال الدولہ کے دنوں میں بھی آیا کرتے تھے۔ اب وہ رنگ رلیاں جلسے اورمحفلیں نظر نہیں آتیں۔

سدانہ باغیں بلبل بولے سدا نہ باغ بہاراں
سدانہ راجے راج کریندے سدانہ صحبت یاراں

جب اس محل کو دیکھ کر شہر میں سے گذرے تواہل شہر کا مشاہدہ کیا اُن کی شباہت سے مردانگی اوربہادری ٹپکتی تھی کہتے ہیں کہ ہندوستان کے کسی شہر میں ایسے بہادر جنگی

مرد نظر نہ آئینگے۔ جیسے یہاں نظر آتے ہیں ہر کس وناکس کسی
نہ کسی قسم کا اسلحہ اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ جب روسا ایک
دوسرے کی ملاقات کو بابندگان عالی کے سلام کو جاتے ہیں۔
تو خنجر کمر میں ہوتی ہے۔ نوکروں کا بھی یہی حال ہے بہت
فرقوں کے لوگ پنی قطع وضع سے پہچانے جاتے ہیں۔ بہت
عرب لوگ بازاروں میں نظر آتے ہیں ۔ دوہرے بدن کے
گورے رنگ کے گھنگریالے بال۔ پیش قبض کمر میں پرانی قسم
کی بندوق کندھے پر دھرے ادھر اُدھر جاتے ہیں۔ جب کوئی
عربی شیخ شہر سے گزرتا ہے ۔ اُس کی پالکی یا ہاتھی کے ارد گرد
بہت عرب لوگ ہوتے ہیں بندوقیں چلاتے اوربلند آواز سے
اس شیخ کےالقاب سناتے ہیں۔ کہیں سدی لوگ دکھائی
دینگے۔ موٹے ہونٹ، لنبا سر، چوڑا چمکتا کا لا کالا منہ ذرا
ہنسی چہرے پر آجائے تو سفید دانت سیاہ زمین پر موتی کی
طرح جڑے نظر آتے ہیں۔ یہ عربوں سے بھی زیادہ طاقتوراور
قوی ہیکل ہوتے ہیں اورمسلح ہوکر باہر نکلتے ہیں ۔ ایک اور
صورت نظر آتی ہے۔ آہست آہستہ بڑی شان سے ایک
شخص چلاآتا ہے۔ اونچی قطع دارپگڑی سرپر دھری ہے۔ ایک

نیلا خفتان زیب تن ہے بڑے فخر سے اوروں پر نظر ڈالتا ہے
اوراپنے تئیں سب سے اعلیٰ سمجھتا ہے یہ روہیلا ہے۔ پھر پٹھان
اپنی قطع وضع سے نرالے ہیں۔ پھر افغان نظر آتا ہے ، اسکے پاس
اسلحہ اوروں سے کم یہ گھوڑے اونٹوں کی تجارت کرتے ہیں ۔
پھر ایک اورنرالی وضع کا آدمی سامنے آتا ہے ،گینڈے کی ڈھال
پشت پر ہے۔ ڈاڑھی مونچھ چڑھی ہیں۔تندشکل لیکن شریف
وفادار بہادر، جان نثار یہ راجپوت سپاہی ہے۔ ان کے علاوہ
فارسی بخاری، ترک ، سکھ، دکھنی مسلمان، پارسی ، مدارسی،
پنجابی سب کو یہاں دیکھ سکتے ہیں۔ پھر چند دکانیں دیکھیں۔
دکاندارایک عجیب بھدی کرسی پر بیٹھا ہے۔ آگے بڑے بڑے
مٹکے بھرے رکھے ہیں۔ چند قوی الحبثہ درازقد سیاہ فام مٹکے
سر پر دھرے آرہے ہیں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہواکہ یہ
سیندھی کی دکان ہے ، تاڑی یہاں بکتی ہے بہت سستی ہے
امیراورغریب پیتے ہیں ۔ تھکان کو دورکرتی ہے اورموسم گرما
میں طبعیت کو فرحت بخشتی ہے شراباً طہورکا خیال آگیا۔
کیونکہ محمدی ریاست میں دیگرشراب کی کب اجازت مل سکتی
تھی۔

وہاں سے واپس آکر ویسلین گرجا میں لکچر پرہیزگاری کے باره میں دیا۔ دوسرے روز اسکندر آباد کو وعظ کرنے گیا۔ پادری گولڈاسمتھ صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب مسیحی مناد ہمراہ تھے۔ یہ شہر حیدرآباد سے چھ میل شمال کی طرف آباد ہے۔ دراصل یہ حیدرآباد کی چھاؤنی ہے جو ۱۷۹۸ئی میں قائم ہوئی تھی نظام سکندرجاہ کے نام پر اس کا یہ نام رکھا گیا۔ کہتے ہیں کہ ہندوستان بھر میں سب سے بڑا فوجی سٹیشن ہے۔ ایک پلٹن یوروپیں ایک دیسی رسالہ ۔ ایک توپ خانہ رسالہ کا ۔ تین دیگر توپ خانے ۔ ایک کمپنی بیلداروںکی یہاں مقم ہیں۔ اس کے نزدیک دوچھوٹی پہاڑیاں ہیں ایک کا نام مولا علی دوسری کا نام قدم رسول ہے۔ روایت ہے کہ یہاں حضرت کے قدم کا نشان لگاہواہے۔ اس سے پانچ میل کے فاصلے پر نظام کو فوج ہے۔ جس میں ایک توپخانہ ،ایک رسالہ پیادہ فوج یورپین افسر کے ماتحت ہے۔

الغرض وہاں پہنچ کر بازار کے چوک میں وعظ کیا۔ بہت لوگ سننے کے واسطے جمع ہوگئے۔ پھر واپس مکان کو آیا۔

بارھواں باب

عرب ملّا

ملّا صاحب کے نام سے توناظرین واقف ہونگے۔ یہ ملاطہٰ ہیں جنہوں نے عثمان شریف کے مباحثہ کے وقت اورغلام حسین صاحب کے مباحثہ کے وقت اپنی شریفانہ اورمنصفانہ مزاج دکھاکر میرے دل میں کچھ گھر کرلیا تھا۔ اوران کی اس طبیعت کے باعث اُن سے گفتگو کرنا ناگوار معلوم نہ ہوتا تھا۔ حسب وعدہ ۹ ستمبر کو پیر کے روز مشن ہاؤس میں ہم جمع ہوئے ملا صاحب کے رفیق اورمحمدی صاحبان حاضر تھے۔ کمرہ تقریباً بھرا ہوا تھا۔ شرائط مناظرہ جو پہلے مقرر ہوچکی تھیں ان کی پابندی قرارپائی۔ ثالث پادری گولڈ اسمتھ صاحب اورایک محمدی صاحب مقرر ہوئے۔ یہ شرط بھی قرارپاچکی تھی کہ دو گھنٹے سے زیادہ عرصہ مباحثہ میں نہ لگے۔

مباحثہ

شروع مباحثہ میں ملاصاحب نے یہ سوال کیاکہ میں مسیحی دین کے اصول اُنکو بتاؤں تاکہ میرا ٹھیک عقیدہ اُن کو

معلوم ہوجائے۔ اور پھر اسکے مطابق وہ مجھ سے سوال کرسکیں اس لئے میں نے حسب فرمائش اپنا عقیدہ یوں بیان کردیا۔

۱۔ خدا کو ایک ماننا۔

۲۔ سیدنا مسیح کو خدا کی طرف سے ماننا۔

۳۔ سیدنا مسیح کی موت وقیامت وآمدثانی پر ایمان رکھنا۔

۴۔ سیدنا مسیح کو اپنا اکیلا نجات دہندہ سمجھنا۔

۵۔ یہ ماننا کہ سیدنا مسیح مجسم کلمتہ اللہ ہے۔

۶۔ روح القدس کلیسیا میں بستا اورایمانداروں کو پاک کرتا ہے۔

۷۔ مردوں کی قیامت ہوگی۔

یہ سات باتیں میں نے اس وقت پیش کیں۔

اس پر ملا صاحب نے یہ سوال کیا" خدا، یسوع ، اورروح القدس سے تمہاری کیا مراد ہے۔ کیا یہ تینوں مل کر خدا ہوتے ہیں۔ یا الگ لگ خدا ہیں۔ اورایک سے مراد اتحاد فے الذات یا فے لاماہیت ہے کیا کیا"۔

جواب۔ خدا سے مراد ذات الہٰی ہے جو غیر مرئی ہے یسوع سے مراد مجسم کلمتہ اللہ ہے، روح القدس سے مراد وہ تقدس ذات الہٰی ہے جو ایمانداروں کو پاکیزگی کی طرف مائل کرتا ہے اورپاک بناتا ہے چونکہ یہ دونو یعنی یسوع اور روح القدس ذات الہٰی کو اول بذریعہ تجسم، دوم، بذریعہ قدسیت منکشف کرتے ہیں اسلئے وہ ذات الہٰی سے الگ نہیں سمجھے جاتے اورنہ علیٰحدہ علیٰحدہ ہوسکتے ہیں کیونکہ ذات الہٰی کے جز اور حصے نہیں ہوسکتے۔ ایک سے مراد اتحاد فے الذات الہٰی کے جز اور حصے نہیں ہوسکتے۔ ایک سے مراد اتحاد فے الذات ہے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ تینوں مل کر ایک خدا ہوتے ہیں۔کیونکہ اس سے یہ لازم آئیگا کہ ذات الہٰی مرکب ہے۔

سوال : ملا صاحب ۔ خدا سے مراد ذات الہٰی ہے کیا خدا اوراللہ میں فرق ہے ۔ جو ذات الہٰی لکھوادی؟

جواب: فرق نہیں۔

سوال : ملا ۔ پھر مختلف الفاظ متحد المعنی لانے سے کیا مراد ہے۔

جواب۔ تشریح مطلب۔

سوا ملا۔ لفظ مجسم جو آپ لائے ہیں۔ تمہارے پاس مجسم کس کو کہتے ہیں۔ کلمتہ اللہ جو مجسم ہوا ہے کیا آگے نہ تھا جو مجسم ہوا یا اگر تھا تو جسم بدلنے کے سبب سے مجسم ہوا؟

جواب۔ مجسم سے مراد ہے کسی کا مادی جسم میں ظاہر ہونا یعنی جو پہلے موجود ہو وہ مادی جسم اختیارکرے۔ جسم کے بدلنے کو مجسم نہیں کہتے۔

(یہاں ایک اورمولوی صاحب نے ملا صاحب سے اجازت لے کر گویہ خلاف شرائط تھا میرے ساتھ مسئلہ ثالوث پر بحث شروع کردی اور جب حاضرین اور ملاصاحب کواُن کی کمزوری معلوم ہوئی تواُن کو خاموش کردیا اورخود سلسلہ بحث کو لے لیا۔ اس لئے میں اُس بحث کو یہاں درج نہیں کرتا)۔

سوال ملا: یہ جملہ کہ " تجسم کے بدلنے کو مجسم نہیں کہتے " مسلم نہیں۔

جواب۔ ثبوت دیجئے۔

ملا صاحب کا ثبوت : اس کا ثبوت ہے بموجب آپ کے قول کے جو بیان کیا ہے مجسم سے مراد ہے۔ کسی کا مادی جسم میں ظاہر ہونا یعنی جو پہلے موجود ہو وہ مادی جسم اختیارکرے۔ اس سند سے جوآپ نے فرمایا کہ پہلے موجود تھا وہ مادی جسم اختیارکیا۔ یہ لازم آتا ہے۔

(۱۔) پہلے جو موجود تھا جواب مادہ اختیارکیا ہے یہ مادہ پہلے تھا یا نہیں؟

(۲۔) اگر تھا تویہ مادہ جواب اختیارکیا ہے یہ اُس کے موافق یا ہے۔

(۳۔) اگرموافق ہے تو لازم آتا ہے تحصیل حاصل۔

(۴۔) اگر مخالف ہے تولازم آتا ہے دو مختلف خدا وجود میں آئے۔

(۵۔) کیا سبب کہ جو پہلےموجود تھا اُس کی قدرت ناقص ہے یا کامل۔

(۶۔) اگر ناقص ہے تواس وقت سے جو مادی جسم لیا ہے۔ بغرض تکمیل نقص لیا ہے یا نہیں۔

(۷۔) اگر بغرض تکمیل نقص لیا ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ پہلا موجود محتاج ہو۔

(۸۔) جو محتاج ہوتا ہے۔ وہ قابل الوہیت نہیں۔

(۹۔)اس کی سند عیسیٰ اورروح القدس کو تم اس کے ساتھ شریک کرتے ہودلالت کرتی ہے اس بات پر کہ وہ محتاج ہو۔

(۱۰۔) اس کی سند تمہاری کتاب کی روسے جوملاکی کے تیسرے باب چھٹی آیت گواہ ہے اس باب پر لکھا ہے کہ خداوند بدلتانہیں۔

(اس کے متعلق دوباتیں ذکر کیا چاہتاہوں)۔

اول۔ یہ کہ اس غلط اُردو کا میں ذمہ دارنہیں۔ چونکہ یہ مباحثہ تحریری تھا۔ جو وہ لکھواتے تھے وہی لکھا جاتا تھا۔ اورملاصاحب کی اُردو زبان بہت صاف بامحاورہ نہ تھی۔ اس لئے اُس کی تصحیح کی کوشش نہیں کی گئی۔

دوم۔ میں نے یہ درخواست کی تھی کہ مجھے اجازت ملے کہ ان دس باتوں کا جواب اکٹھا دوں کیونکہ مجھے یہ اندیشہ تھاکہ جب میں پہلی بات کا جواب دونگا تواُس پر پھر سوال ہوگا۔ یوں کلیلہ دمنہ کی حکایت شروع ہوجائیگی اورباقی نوجز بلاجواب کے رہ جائینگے۔ لیکن فریق ثانی نے یہ اجازت نہ دی بلکہ اسی امر پر اصرارکیا کہ ایک ایک بات کو لیا جائے سارے اجزا کا اکٹھا جواب نہ دیا جائے۔ اسلئے آپ دیکھینگے کہ باقی نواجزکے جواب دینے کی نوت کبھی نہ آئی)۔

جواب جزاول۔ جومجسم ہواکلمتہ اللہ تھا۔ کلمتہ اپنی ذات میں مادی نہیں۔

سوال ملا: کلمتہ اللہ کس کو کہتے ہیں تمہارے پاس۔

جواب۔ کلمتہ اللہ ہمارے پاس وہ ہے جو الہٰی ذات غیر مرئی کو خلقت پر منکشف کرتا ہے۔

سوال ملا: یہ جواب غیر مسلم ہے اس لئے کلمہ کے واسطے متکلم ہونا چاہیے ورنہ کلمہ بموجب قاعدہ عربی ہے جو تم عربی لفظ لایا ہے معلق رہتا ہے۔ الفاظ معلقہ سے استدلال کرنا مطلب ظاہر نہیں کرتا۔

جواب۔ یہ جوآپ نے میرے جواب کے غیر مسلم ہونے کی دلیلیں دی ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ جب کوئی مذہب اپنے کسی مسئلہ کی تعریف کردے تواُس کےلئے عربی

قواعد کو پیش کردینا بالکل غیر متعلق ہے۔ اوردوسری وجہ یہ ہے کہ کلمتہ اللہ کے معنی صاف طورپر یوحنا کی انجیل کے پہلے باب میں بتائے گئے ہیں۔ اوریہ بھی مخفی نہ رہے کہ میں نے وہی الفاظ استعمال کئے ہیں جوکتاب مقدس میں آئے ہیں اورشرائط مناظرہ میں یہ پہلے قرارپاچکا ہے کہ گفتگو کتب مقدسہ کے مطابق ہوگی۔ اگر کوئی اعتراض میری تعریف یا بیان پر کیا جاتاتو وہ کتب مقدسہ کے مطابق ہونا چاہیے۔ نہ کہ عربی قواعد کے مطابق۔ نیزجب خدا کی ذات یاصفات کے بارہ میں ہم کوئی الفاظ استعمال کرتے ہیں تو وہ عام الفاظ سے جو انسانوں کے متعلق ہوں۔ پابند نہیں ہوتا(یعنی کچھ متفرق ہوتا ہے ٹھیک اُسی معنی میں وہ مستعمل نہیں ہوتا) کیونکہ خدا کی ذات وصفات بے نظیر ہیں۔ انسانی الفاظ وکلمات میں اُن کو پورے طورسے بیان کرنا ناممکن ہے۔ پس اگرمیری تعریف غیر مسلم ٹھہرائی جاتی ہے تو کتب مقدسہ سے ٹھیرائی جائے نہ کہ عربی قواعد سے۔

سوال ملا: اگر کوئی مذہب میں کوئی غیر مذہب کا لفظ آجائے۔ توجس زبان کا وہ لفظ ہے اُس زبان کے قاعدہ کے مخالف نہیں ہوسکتا اسلئے وہ مذہب جو اُس لفظ کو غیر مذہب سے لیا ہے۔ لینے کا وجہ یہ ہے کہ اُس لفظ کا موافق یا اُس کے معنی میں اپنی زبان میں نہ ملنے کی وجہ سے غیر لغت سے لفظ لیا ہے۔ یعنی توبغرض تجسس عبارت لیا ہے ۔ ہر حالت میں اگر دونو غرضوں سے لیا ہو تو اُس زبان کے قاعدہ کے مخالف نہیں ہوسکتا چاہیے وہ لفظ خدا سے یا خدا کی صفات سے یا غیر سے تعلق رکھتاہو یا نہیں۔ ورنہ مجیب پر یہ لازم ہوگا اُس لفظ پر ایسا دلیل پیش کرے۔ ہم اپنی غرض کے موافق اُس لغت کے قاعدہ کو دلائل عقلی سے اُس کی تردید کرکے اپنی لغت میں استعمال کرینگے۔اگر یہ مراد ہے تمہاری کتاب مقدس میں جتنے عربی الفاظ ہیں اس کو بدل دینا کا اقرارکردیا نہیں۔ اگرنہیں تواپنے مطلب کے موافق جو ہے بدل دیتے اورجوتمہارے مطلب کے موافق نہیں ہے بحال رکھنا ۔ تشریح فرمائیے۔

جواب۔ میں نے کسی غیر مذہب کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ تمہارے مذہب میں کلمہ ایک جملہ کو کہتے ہیں یاوہ پانچ کلمے جن کوآپ پڑھا کرتے ہیں اسلئے میں نے کلمتہ

اللہ آپ کے مذہب سے نہیں لیا۔ دوم میں اردوزبان استعمال کررہاہوں اوریہ لفظ اُردو زبان کے قواعد کے خلاف نہیں۔ اگر اردو زبان کے قواعد کے خلاف تھا۔ توآپ کو قواعد اُردو سے اُس قاعدہ کا حوالہ دینا چاہیے تھا۔ لیکن قواعد اُردو سے توآپ واقف معلوم نہیں ہوتے۔ آپ کی عبارت اس امر کی شاہد ہے یہ جو آپ نے اپنی بے قاعدہ اُردو میں فرمایاکہ" وہ مذہب جواس لفظ کو غیرمذہب سے لیا ہے۔ لینے کا وجہ یہ ہے کہ اُس لفظ کا موافق یا اُس کے معنی ہیں میں اپنی زبان میں ملنے کی وجہ سے غیر لغت سے لفظ لیا" سوآپ کو واضح ہوکہ ہماری مذہبی کتابیں یونانی یا عبرانی زبان میں لکھی ہیں وہاں آپکی عربی زبان سے یہ لفظ نہیں لیا گیا۔ چنانچہ اُن زبانوں میں کلمہ کے لئے لفظ لاگوس یاممرے پایا جاتا ہے۔ لیکن جب اُن کتابوں کا ترجمہ اُردو زبان میں ہوا تو اردو زبان کے لفظ استعمال کئے گئے اگرعربی زبان میں سے اردو زبان میں بعض الفاظ آگئے ہیں تو وہ مسیحیوں کا قصورنہیں نہ اُن کے وسیلے آئے ہیں۔ ہم نے یہ توزبان اُردوبنی نبائی پائی اوراپنی کتابوں کو اُن میں ترجمہ کیاہم نے توکوئی لفظ آپ کے مذہب یا زبان سے مستعارنہیں لیا۔ پھرآپ یہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنی مقدس کتابوں سے سارے عربی الفاظ کو بدل دینے کا اقرار کرو۔ سوجناب من میں اقرارکرتاہوں کہ سارے عربی الفاظ اپنی مقدس کتابوں کے اردو ترجمے سے اُردو زبان سے نکلوائینگے ہم کواُن الفاظ کے استعمال کرنے کی کچھ ضرورت نہ ہوگی اورنہ ہم کو ایسا بڑا شوق ہی ہے لیکن چونکہ اُردو زبان میں یہ لفظ آگئے ہیں۔ اس لئے ہم نے بھی استعمال کئے۔ ہماری غرض اردو زبان سے ہے۔ نہ عربی لفظ سے۔ جس دن آپ نے یہ الفاظ اُردو زبان سے خارج کرادئے۔تو غالباً سب سے پہلے مسیحی اپنی اردوکتابوں سے یہ عربی الفاظ نکلوائینگے۔

نیزآپ نے یہ فرمایا کہ " ہم اپنے مطلب کے موافق جو ہے بدل دیتے ہیں جومطلب کے موافق نہیں بحال رکھنا"۔ یہ توآپ نے انوکھی سنائی کہ جو مطلب کے موافق ہے اُس کو بدل دیتے ہیں اورجومطلب کے موافق نہیں اُس کو بحال رکھتے ہیں۔ ایسا کون پاگل ہوگا جوایسا کرے۔ بلکہ ہم تواس کے برعکس کرتے ہیں کہ جب ہم کتاب مقدس کے ترجموں کی اصلاح کرتے ہیں تاکہ ان کو زیادہ بامحاورہ بنائیں توہم اُن

الفاظ کو جومطلب کے موافق ہوتے بحال رکھتے ہیں اور جومطلب کے موافق نہیں اُن کو بدل ڈالتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے نذیر احمد صاحب نے بھی اپنے قرآن کے ترجمہ میں اس قاعدہ کو قائم رکھا ہے۔ اورچونکہ زبان میں اکثر زمانہ بزمانہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے اورپُرانے الفاظ متروک ہوتے جاتے ہیں نئے الفاظ اورمحاورے آجاتے ہیں۔ اس لئے ہم اپنی کتابوں کو تازہ رکھنے کی غرض سے حسب زمانہ تازہ محاورات کو اختیار کرلیتے ہیں اورمتروک الفاظ محاورات کو بدل ڈالتے ہیں ۔ لیکن عبرانی اوریونانی کتابوں کے ساتھ ہم ایسا نہیں کرتے۔

(میں نے یہ جواب زبانی دیا تھا۔اس کو میں نے اُس وقت قلمبند نہ کیا تھا۔ میں نے اُس کا خلاصہ اپنی یادداشت سے یہاں درج کیا ہے)اس جواب کے ختم ہونے پر ہمارے دوگھنٹے پورے ہوگئے اورمباحثہ بند ہوا۔ لیکن ملاصاحب نے پانچ منٹ کی اوراجازت مانگی۔ ان کے اصرارپر ہم نے اُن کو پانچ منٹ اوردیدئے ۔ چنانچہ اُنہوں نے اس پانچ منٹ کے عرصہ میں یہ سوال کیا۔

سوال ملا۔ اگرنہیں تواپنے مطلب کے موافق جوہے بدل دیتے اورجوتمہارے مطلب کے موافق نہیں بحال رکھتا۔ ہمارے مذہب میں یہ بات بہت عیب ہے۔ کوئی الفاظ الہٰی میں تغیر و تبدل کرنا جیسا تمہارے مذہب میں اپنی کتاب کو بدل دیا ہے جیسا یوحنا کے پہلے خط پانچویں باب ساتویں آیت میں تبدیل کیا ہے۔ جیسا تمہارے پاس مسلم ہے۔ اب کے چہارشنبہ اس کا جواب دینا۔

ناظرین پرواضح ہوگیا ہوگاکہ ملاصاحب نے مسئلہ ثالوث پر اعتراض کرکے جب جواب شافی پایا تو لفظی بحث پر اُترآئے۔ اوربہت وقت ضائع کیالیکن لفظی بحث کے وہ ناقابل تھے کیونکہ زبان سے اچھی طرح واقف نہ تھے اورایسی عبارت استعمال کرتے تھے کہ مشکل سے اس کا مطلب ظاہر ہوتا تھا۔ چندمحمدیوں نے اس امر کی شہادت دی کہ جن اشخاص کو ایسے لفظی تکرار کی مرض ہو اُن سے گفتگو کرکے محض وقت ضائع کرنا ہے۔ میرا یہ عذرتھا۔ کہ میں ان کی اس عادت سے واقف نہ تھا۔ بلکہ پہلے دوتین موقعوں پر ان کی طبیعت ایسی ظاہر نہ ہوئی تھی۔ پھر بھی اس مباحثہ سے

حاضرین پر اچھا اثر ہوا۔ خاص کر مسئلہ ثالوث کے بارہ میں
کیونکہ ان کو یہ معلوم ہوگیا کہ یہ ایسا مسئلہ نہیں کہ ہم
مسیحیوں کو زچ کرسکیں۔ چنانچہ ملاصاحب نے بھی اس
مسئلہ سے پہلوتہی کرکے صحت انجیل پر بحث شروع کرنا
چاہا۔

تیراہواں باب

ایلور

۲۶ستمبر کو ایلور کی طرف روانہ ہوا۔ صبح دس بجے
وہاں پہنچ گیا۔ پادری گولڈاسمتھ صاحب سٹیشن پر تشریف
لائے۔ ان کے ہمراہ الگزنڈر صاحب کے مکان پر جاکر
حاضری کھائی۔ یہ بزرگ پادری صاحب گو بہت عمر رسیدہ
ہیں لیکن زندہ دل ہیں اوراس علاقہ کے سپرنٹنڈنگ مشنری
ہیں۔ حاضر ی تناول کرنے کے بعد دیسی پادری سبراؤ
صاحب کے ساتھ رہنے کا انتظام تھا یہاں اس مشن کا ذکر خالی
ازفائدہ نہ ہوگا۔

جس موقعہ پر ہم لوگ پہنچے وہاں کے ہائی سکول کی
جوبلی کا جلسہ ہورہا تھا۔ اس سکول میں چار سو سے زیادہ
طلبائی تھے۔ اس علاقہ میں پانچ ہزار سے زیادہ مسیحی ہیں۔
خشک سالی سے یہاں لوگوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ تعصب
مذہبی تعلیم کے سامنے کا فور ہورہا ہے۔ ایک خاص فرقہ میں
مسیحی دین کی طرف خاص تحریک پائی جاتی ہے۔ خدا برکت
دے۔

دوسرے روز پادری گولڈاسمتھ صاحب ایک محمدی صاحب کی ملاقات کوگئے۔ مجھے بھی ساتھ لے گئے اُن کے مکان پر چند محمدی جمع ہوگئے۔ مذہب کے بارہ میں کچھ گفتگو شروع ہوگئی۔ ایک محمدی صاحب نے یہ سوال مجھ سے کیا۔ کیا قرآن جھوٹی کتاب ہے؟کیا محمد رسول اللہ نہیں؟ جواب دینا ذرا مشکل تھا۔ کیونکہ دوسروں کے گھروں میں جاکراُن کے مذہب پر حملہ کرنا اوراُن کے بزرگوں کو بُرا بھلا کہنا نازیبا معلوم ہوتا ہے۔ پھربھی حق کو بیان کرنا ضرور ہے۔

پہلے سوال کے بارہ میں یہ جواب میں نے دیا۔ کہ الہامی کتابوں کا بیان جہاں کہیں آجائے۔ وہ الہامی ہی رہتا ہےاگر کوئی شخص اپنی کتاب میں کسی الہامی کتاب سے اقتباس کرے یا اُس کا حوالہ دے تو وہ اقتباس اورحوالہ الہامی ہے۔ غیرالہامی نہیں گو وہ غیرملہم شخص نے یا غیرالہامی کتاب نے مذکورکیاہو۔ چونکہ قرآن میں الہامی کتابوں میں سے بہت بیانات آئے ہیں۔ اسلئے ہم ان بیانات کو غیرالہامی نہیں کہہ سکتے اوراس کتاب کو چھوٹی کتاب نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس میں بہت سچے واقعات اورالہامی بیانات آئے ہیں۔ اور کتاب کی غرض بھی غلط معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ مشرکان عرب کو خدائے واحد کی طرف آنے کی ترغیب اور دعوت دی ہے۔ میں نے یہ جواب اس لئے دیاکہ میں قرآن کو جھوٹی کتاب کہنے کےلئے تیارنہیں تھا۔

دوسرے سوال کے جواب میں یہ کہا کہ دنیا میں کوئی شخص بھی اپنی مرضی سے نہیں آیا اورنہ بے مقصد آیا۔ خدا نے ہرایک کو دنیا میں بھیجا ہے۔اورہرایک کو ایک خدمت یا ایک کام دیکر بھیجا ہے۔ یعنی دنیا میں ہر فرد بشر کاایک مشن یاایک رسالت ہے۔ اس لئے ہر شخص خدا کی طرف سے رسول ہے۔ خدا نے حضرت محمد کو بھی ایک خدمت سپرد کی اوراُن کا بھی ایک خاص مشن تھا۔ اس لئے وہ بھی رسول خدا کہلانے کے مستحق ہیں۔ یہ دیگر امر ہے ہر شخص اپنے مشن اور رسالت کو خدا کی مرضی کے مطابق سرانجام دیتا ہے یا نہیں۔لیکن ہر شخص رسول ،نیز حضرت محمد نے عرب کے مشرکوں کو خدا پرستی سکھائی۔ مسیحیوں کی خستہ حالی کےلئے ایک کوڑے کا کام دیا اس لئے وہ خاص طورپر رسول خدا کہلاسکتے ہیں۔ ہم مسیحی تونبوکدنصر اورخورس جیسے

بت پرست بادشاہوں کو منجانب اللہ کہتے ہیں اور خورس بادشاہ خاص بندہ خدا کہلاتا ہے۔ تو پھر حضرت محمد کو اس خاص معنی میں رسول کہنے سے ہمارا کوئی نقصان نہیں۔

یہ محمدی اس جواب کو سن کر خوش ہوگئے اورجو لکچر میں یہاں دینے کو تھا۔ اُس کے سننے کے واسطے تیار تھے۔

یہاں پادری سیل صاحب مدراس سے تشریف لائے ہوئے تھے اُن سے بھی ملاقات ہوئی ۔ دوسرے دن شام کو میں نے سکول کے کمرہ میں لکچر دیا کہ"میں کیوں مسیحی ہوں" اورعام اجازت دی کہ بعد لکچر مضمون لکچر کے بارہ میں اگر کوئی سوال پوچھنا چاہے تو خوشی سے اُس کے سوال سن کر جواب دینے کی کوشش کی جائیگی۔ لیکن یہ شرط تھی کہ سوال جواب میں ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت نہ لگے۔ بعد لکچر صرف ایک شخص نے سوال کیا جس کا جواب باصواب دیا گیا۔ سیل صاحب بھی موجود تھے اُنہوں نے تعجب کیا۔ کہ یہ محمدی خاموش ہیں اورکوئی سوال نہیں پوچھتے یہ خیال گزراکہ شائد اُنہوں نے میری زبان نہیں سمجھی۔ اس لئے ان سے دریافت کیا گیا کہ آیا وہ میری زبان اچھی طرح سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ وہ بخوبی سمجھ گئے۔ لیکن سوال کرنے کے لئے تیارنہ تھے۔ دوسرے دن سوال کرینگے۔

دوسرے روز پھر لکچر ہوا۔کہ " کلمہ مجسم ہوا" اس وقت ایک حافظ قرآن نے چند اعتراض اورسوال کئے۔مثلاً اُنہوں نے پوچھاکہ حضرت محمد کومسیحی کیوں نہیں جانتے؟

میں نے مختصر جواب دیاکہ

- جب مسیح کے آنے سے شرع واخلاق پورے طورسے ظاہر ہوگیا تھا ۔ تب حضرت محمد کے ماننے کی کیا ضرورت رہی۔
- جب مسیح نے جہاں کا نجات دہندہ ہونے کا دعویٰ کیا تو پھر کسی دوسرے پر نجات کے لئے ایمان لانے کی ضرورت نہ رہے۔
- مسیح قدوس ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اورحضرت محمد اپنے گناہوں کے لئے معافی مانگتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح حضرت محمد سے کہیں افضل ہیں۔

علاوہ اس کے معمولی سوال فارقلیط کے بارہ میں کیا۔ جس کا جواب دیا گیا۔یہاں اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔

جب حافظ صاحب خاموش ہوکر بیٹھ گئے توایک دوسرے محمدی نے گفتگو کرنا چاہا۔ چونکہ وقت ختم ہوچکا تھا۔ دوسرے دن صبح کواُس کے ساتھ گفتگو قرارپائی۔ اُس کا سوال یہ تھاکہ اناجیل الہامی نہیں ہیں چنانچہ لوقا کے دیباچہ کا اُس نے حوالہ دیا۔

دوسرے روز وقت مقررہ پرسکول کے کمرہ میں حاضر ہوا۔چند مسیحی معہ پادری گولڈاسمتھ صاحب کے میرے ساتھ تھے۔ ستراسی محمدی بھی فراہم ہوگئے۔ لیکن جس کے ساتھ گفتگوٹھہری وہ تشریف نہ لائے۔ ایک گھنٹے سے زیادہ ہم سبھوں نے انتظارکیا۔ بعد انتظار وعظ کا موقع ملا۔اور وعظ کرکے چلے آئے اُس روز شام کو میرا تیسرا لکچر دربارہ کفارہ مقررتھا۔ اسلئے شام کو جگہ معینہ پر خدا سے دعا مانگ کرحاضر ہوا۔ تقریباً چارسومحمدی تشریف لائے۔ خدا سےمدد چاہ کرلکچر شروع کیا۔

چودھواں باب

کفارہ

کفارہ۔ اس لفظ کے معنی عبرانی زبان میں ڈھانپنا ہیں۔ خدا نے حضرت موسیٰ کی معرفت ایک صندوق بنوایا تھا۔(جس کا ذکر سورہ بقرہ کی ۲۴۹آیت میں آیا ہے۔التابوت فیہ سکینتہ)اوراُسے حکم ملا تھاکہ" تواس عہد نامہ کو جو میں تجھے دونگا اُس صندوق میں رکھیواورتوکفارہ کا سرپوش خالص سونے سے بنوائیو۔۔۔۔۔اور توسونے کے دوکروبی بنوائیو انہیں گھڑکراُس کفارہ کے سرپوش کے دونو طرف بنوائیو۔۔۔ تواُن کروبیوں کو اس کفارہ کے سرپوش کے دونو کونوں میں بنوائیو اوروہ کروبی پرپھیلائےہوئے ہوں ایسے کہ کفارہ گاہ اُن کے پروں کےتلے ڈھپ جائے اوراُن کے منہ آمنے سامنے کفارہ گاہ کی طرف ہوں اورتو اس کفارہ گاہ کو اس صندوق کے اوپر رکھیو اور وہ عہد نامہ جو میں تجھے دونگا اُس صندوق میں رکھیو۔وہاں میں تجھ سے ملاقات کرونگا اورمیں کفارہ گاہ کے اوپر سے کروبیوں کے درمیان سے جوعہدنامہ کے صندوق کے اوپر ہونگے اُن سب چیزوں کی بابت جومیں بنی اسرائیل کےلئے

تجھے حکم کرونگا تجھ سے بات چیت کرونگا" (خروج۲۵: ۱۶سے ۲۲)۔

پھر ایک دوسرے مقام میں لکھا ہے کہ" توکفارہ کا سرپوش شہادت کے صندوق پر پاک ترین مکان میں رکھ (خروج ۲۶: ۳۴)۔

پھریوں آیا ہے ۔ کہ اُس بخورکو خداوند کے حضورآگ میں ڈال دے تاکہ بخورکا دھواں کفارہ گاہ کو جوشہادت کے صندوق پر ہے چھپائے کہ وہ ہلاک نہ ہو۔ پھر وہ اُس بچھڑے کا لہو لے کر اپنی اُنگلی سے کفارہ گاہ پر پورب کی طرف کو چھڑکے اورکفارہ کے آگے بھی لہو اپنی انگلی سے سات بار چھڑکے" (احبار۱۶: ۱۳، ۱۴)۔

توریت کے مذکورہ بالا مقامات سے اس لفظ کفارہ کی وجہ تسمیہ معلوم ہوجاتی ہے۔ یعنی۔

(۱۔)یہ شریعت کو ڈھانپتا ہے۔جس کو انسانوں نے توڑا تھا۔اورخدا کے عہد میں خلاف ورزی کرنے کے باعث خداناراض تھا۔ اب یہ کفارہ ساری تقصیروں اورحکم عدلیوں پر گویا پردہ ڈال دیتا ہے۔

(۲۔)جب انسان کے گناہ ڈھانپے گئے تویہ کفارہ خدا سے ملاقات کا وسیلہ اورموقع ہوجاتا ہے۔

یہودی شریعت میں سال میں ایک دن مقرر تھا۔ اس روزساری اُمت کے گناہوں کا کفارہ دیا جاتا یایہ کہو کہ امت کے گناہ ڈھانپے جاتے تھے۔ اس دن کی رسم کا ذکر احبارکی کتاب کے سولھویں باب میں مختصراًیوں ہوا ہے۔ کہ ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ سارےبنی اسرائیل روزہ رکھیں۔ اور اپنی جانوں کو دکھ دیں۔ پھر بکری کے دوبچے چنے جائیں، ایک بچہ ذبح کیا جائے۔ اُس کا خون کفارہ گا پر چڑھکا جائے اوراُس کے ذریعے ہیکل کے لئے بنی اسرائیل کی ناپاکی کےلئے اوراُن کے گناہوں اورساری خطاؤں کےلئے کفارہ دیا جائے۔ پھر وہ سردار کاہن دوسرے حلوان کے سامنے لائے اوراپنے دونوں ہاتھ اُس کے سر پر رکھتے اوراُن کے سارے گناہوں اورخطاؤں کا اقرار کرکے اُن کو اُس کے سرپرگویا لا ددے اورکسی شخص کے ہاتھ اُس کو بیابان میں بھیجوادے۔

پس اس لفظ اوررسم سے ظاہر ہے کہ خدا نے کفارہ کی تعلیم کو کیسا اہم اورضروری ٹھہرایا اوراس کفارہ کا یہ اصول

بتایاکہ لاخون بہائے معافی نہیں، یہ اُصول کبھی بدل نہیں سکتا۔ اس کی صورت اورشکل بدل سکتی ہے۔ لیکن اصول کبھی نہیں بدلتا ہم مسیحی اس اصول وتعلیم الہٰی کے موافق جو توریت شریف میں اس تفصیل سے بیان ہوا بدل وجان کفارہ کو مانتے ہیں۔ یہی تعلیم آسمانی ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ انجیل کی تعلیم کا مرکزیہی تعلیم ہے مسیح کے آنے کا بڑا مقصد یہی تھا۔ جیسا اُس نے فرمایا" ابن آدم اس لئے نہیں آیاکہ خدمت لے بلکہ خدمت کرے اوراپنی جان بہتوں کےلئے فدیہ میں دے"۔

اس تعلیم کوکئی ایک تشبیہوں اورتمثیلوں کے ذریعہ توضیح دی گئی ہے ۔ مثلاً۔

اسکو فدیہ یا زرمخلصی سے تشبیہ دی ہے اڑلفظوں سے یہ تصورہمارے سامنے کھینچا جاتا ہے۔ کہ کوئی شخص غلام ہے جس کی غلامی کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ وہ لڑائی میں شکست پاکر اسیر ہوگیا تھا اوراب بطورغلام کے اپنے فاتح کی خدمت کرتا ہے۔ یا یہ وجہ ہوگی کہ تنگدستی کے باعث اُس نے اپنے تئیں کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا ۔اب اس میں اتنی قوت نہیں کہ اپنے تئیں چھڑاسکے نہ اُس کے پاس کچھ سرمایہ ہے جس کو دیکر اپنی جان کی مخلصی کرائے۔ یہی حالت گنہگار کی ہے۔ شیطان نے شکست دے کر اُسے اپنا غلام بنالیا ہے یا کسی بُری عادت کا ایسا عادی ہوگیا ہے کہ اُس سے چھوٹنا مشکل ہوگیا۔ یا شاید مجبوری سے گناہ کے ہاتھ بِک گیا ہے۔ بہرحال اُس کی اب یہ حالت ہے کہ وہ خود اپنی طاقت ولیاقت سے شیطان اورگناہ کے پنجہ سے مخلصی حاصل نہیں کرسکتا۔ ایسے گنہگار کےلئے مسیح نے اپنی جان فدیہ میں بطور زرمخلصی کے دے کر اُسے رہائی دلوادی ہے اب وہ غلام نہیں بلکہ آزاد ہے۔

چنانچہ پولوس مقدس نے بھی اس کے بارہ میں یہ کہا ہے" خدا بھی ایک ہی ہے اورخدا اورانسانوں بیچ میں درمیانی بھی ایک ہی جس نے اپنے آپ کو سب کے فدیہ میں دیدیا تاکہ مناسب وقتوں پر اس کی گواہی دی جائے"(۱تیمتھیس ۲: ۱۶)۔

" تم اپنے نہیں۔ کیونکہ قیمت سے خریدے گئے ہو"۔ تونے ذبح ہوکر اپنے خون سے ہرایک فرقے اور اہل زبان

اوراُمت اورقوم میں سے خدا کے واسطے لوگوں کو خرید لیا ہے"۔

(ب) پھراُس کو ملاپ سے تشبیہ دی ہے اس لفظ سے یہ خیال ظاہرہوتا ہے کہ دوشخص علیٰحدہ علیحٰدہ رہتے تھے اوراُن میں سے اتفاق نہ تھا۔ بلکہ جدائی تھی اُن کا طریقہ اُن کی روش ایک دوسرے سے متفرق تھا۔

اب مسیح نے آن کر اپنی جان دینے کے ذریعے گنہگار انسان کا خدا سے میل کرادیا۔ چنانچہ پولوس مقدس نے اس خیال کویوں ظاہرکیا"سب چیزیں خدا کی طرف سے ہیں جس نے مسیح کے وسیلے سے اپنے ساتھ ہمارا میل ملاپ کرلیا اورمیل کرانے کی خدمت ہمارے سپرد کی" مطلب یہ ہے کہ خدا نے مسیح کے وسیلے سے اپنے ساتھ دنیا کا میل کرلیا اوراُن کی تقصیروں کو اُن کے ذمہ نہ لگایا اوراُس نے میل کا پیغام ہمیں سونپ دیا" (۲کرنتھیوں ۵: ۱۸، ۱۹)۔

ایک دوسرے مقام میں اس کابیان یوں ہوا ہے"تم جو پہلے دورتھے اب مسیح یسوع میں مسیح کے خون کے سبب سے نزدیک ہوگئے ہوکیونکہ وہی ہماری صلح ہے جس نے دونو کوایک کرلیاہے۔۔۔اُس نے آن کر تمہیں جودور تھے اوراُنہیں جونزدیک تھے صلح کی خوشخبری دی کیونکہ اُسی ہی کے وسیلے سے ہم دونو کی ایک ہی روح میں باپ کے پاس رہائی ہوتی ہے" (افسیوں ۲: آیت ۱۴ سے)۔

تیسری تشبیہ کفارہ۔ یعنی ڈھانپنا۔ ہمارے بیشمار گناہ تھے ہم گندے اورپلید ہوگئے تھے۔ خدا کی آنکھوں میں ہم مکروہ تھے اورخدا کے غضب کی آگ ہم کو بھسم کردینے والی تھی کہ مسیح نے اپنی جان اورخون بہانے کے ذریعے ہمارے گناہوں کو ڈھانپ دیا۔ تاکہ بجائے غضب کے خدا رحم کی نظرہم پرکرے چنانچہ اس کی تفصیل پہلے بیان ہوچکی ہے۔

چوتھی تشبیہ معافی۔ یہ لفظ قرضہ کے چھوڑدینے پر دلالت کرتا ہے ۔ شریعت کو ادا کرنا ہمارا فرض ہے۔ خدا کا یہ قرض ہم پر تھا۔ لیکن ہم اس قرض کو ادانہ کرسکے اورہمارا انجام اسی قسم کا ہونے والا تھا۔ جوایک نادہند قرضدارکا ہوتا ہے۔ اسی لئے سیدنا مسیح نے ہمیں یہ دعا مانگنے کی ہدایت کی " جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشتے ہیں۔ توبھی ہمارے قرض ہمیں بخشدے"۔

یہاں تک توکفارہ کی تشریح ان چارتمثیلوں کے ذریعے ہوئی ہے اب یہ سوال اٹھتاہے کہ کیونکر مسیح کے ذریعہ یہ ملاپ ہواکیونکر غلامی سے مخلصی مل گئی اوریہ قرضہ معاف ہوگیا۔ نوع انسان کی حالت پر غورکرنے سے معلوم ہوتاہے کہ سرخاندان اورقوم کے حسن وقبح کے نتائج میں باقی ممبرشریک ہوتے ہیں۔نہ صرف انسان کا بلکہ کل خلقت کا یہی حال ہے کہ جنس کے حسن وقبح میں کل انواع اورنوع کے حسن وقبح میں کل افراد اُس نوع کے شریک ہوتے ہیں ۔ آدم کی کمزوریوں میں اس کی اولاد شریک ہے حضرت ابرہام کو جوبرکت ملی اُن برکتوں سے اُس کی اولاد اور باقی ایماندارفائدہ اٹھاتے ہیں ۔ سلطنتوں میں یہی حال ہے چین میں چند شریروں نے کچھ فسادکیا تھا ساری سلطنت کو اُس کی تکلیف اٹھانی پڑی۔ جس طرح والدین کی عادات اور امراض میں اولاد مبتلا ہوجاتی ہے ۔ اورجیسے والدین کے گناہوں کے باعث اولاد کو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ ویسے ہی اُن کی خوبیوں اورصلہ میں اُن کی اولاد شریک ہوتی ہے۔ یہ قانون فطرت ہے اوریہی دلیل پولوس مقدس نے رومیوں کی طرف کے خط میں دی ہے" جب ایک شخص کے قصورکے سبب موت نے اُس ایک کے ذریعہ سے بادشاہی کی توجولوگ فضل اورراستبازی کی بخشش افراط سے حاصل کرتے ہیں وہ ایک شخص یعنی یسوع مسیح کے وسیلے سے ہمیشہ کی زندگی میں ضرورہی بادشاہی کرینگے۔۔۔۔ جس طرح ایک شخص کی نافرمانی سے بہت لوگ گنہگار ٹھہرے اسی طرح ایک کی فرمانبرداری سے بہت سے لوگ راستباز ٹھیرینگے"۔

قرآن نے بھی اس اُصول کو مانا ہے" چنانچہ سورہ فائدہ میں " ایک جگہ یوں آیا ہے" فمن تصدق بہ فھو کفارہ" (پھر جو(مظلوم) بدلہ معاف کردے تو وہ (اُس کے گناہوں کا)کفارہ ہوگا(ترجمہ نزید احمد)"۔

پھر ایک اور سورہ میں یوں آیاہے وفدینہ بذبح عظیمہ(ہم نے بڑی قربانی کو(اسماعیل کا)فدیہ دیا (ترجمہ نزیراحمد)علاوہ ازیں خاص خاص گناہوں کے لئے کفارہ مقرر ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ میں ممنوع مہینے میں شکارکرنے کے لئے کفارہ مقر رہے۔ کفارہ الانعامہ منسکین ۔ کفارہ ہے محتاجوں کو کھانا کھلانا)ویسا ہی قسم ٹوٹنے پرکفارہ مقررہے۔

یعنی اُن گناہوں کی معافی کسی دوسرے کے ذریعے سے مقرر ہوجاتی ہے۔ اہل شیعہ تو امام حسین کی شہادت کو اُمت کا کفارہ ماننے پر تیارہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ محمدی اس مسئلہ کفارہ کو غلط نہیں کرسکتے یہ اصول تو اُن کو قرآن کی تعلیم کے موجب بھی ماننا پڑیگا۔ ہاں خاص کے کفارہ کوچاہے مانیں چاہے نہ مانیں یہ اُن کا اختیارہے ۔انجیل شریف میں تواس کی تعلیم بہت مفصل طورسے بیان ہوئی ہے جیساکہ پیشتر مذکور ہوا۔ چونکہ مسیح کلمتہ اللہ اورروح اللہ ہے اس لئے اس کےکفارہ کی تاثیر عالمگیر ہے یعنی سارے انسان اُس سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں کیونکہ اس کی قدروقیمت غیرمحدود ہے۔

البتہ بعضوں نے یہ اعتراض کیاکہ مسیح کا صلیب پر مرنا غلط ہے چونکہ مسیح کا کفارہ مسیح کی موت پر دلالت کرتاہے اورموت اس کی واقع ہوئی نہیں۔ اس لئے کفارہ نہیں ہوا۔ ان لوگوں نے یہ تو بخوبی سمجھ لیا۔ کہ کفارہ کا مرکز مسیح کی موت ہے۔ اگرچہ ایک طرح سے مسیح کی ساری زندگی کفارہ ہے۔ کیونکہ ہمیشہ اُس نے اپنے باپ کی مرضی کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا اوراُس پر عمل لیا۔ اوراُسی کو دوسروں کے سامنے پیش کیا۔ اگرچہ کفارہ کی عظمت بھی اس کی اس پاکیزہ زندگی اورفرمانبرداری پرموقوف ہے توبھی اس فرمانبرداری کا کمال اس سے ظاہر ہوا کہ اُس نے اپنی جان دیدی بعض۔ محمدی صاحبان نے اس لئے مسیح کے مصلوب ہونے کا انکارکیاکہ ان کے زعم میں صلیب پرلٹک جانا انسان کولعنی کردیتاہے۔ لیکن ان کو شائد معلوم نہیں کہ فرعون نے ان جادوگروں کوجو اپنے کفر سے توبہ کرکے موسیٰ پر ایمان لائے اورقوم کے سامنے علانیہ شہادت دی ہاتھ پاؤں کاٹ کر صلیب پر کھینچ دیا اورصلیب پر قتل کر ڈالا لا صلنبکمہ فی جذوع النحل (سورہ طہ ع)اورمسلم شریف میں آنحضرت نے قصہ اصحاب الاخدود میں فرمایا کہ کس طرح ایک کافر بادشاہ نے ایک ولی کامل صاحب کشف وکرامات کو صلیب کے اوپر کھینچدیا پھر اُس کے ایک تیر مارا جو مصلوب کی کنپٹی پر جالگا اوروہ وہیں مرگیا۔ اس کا مفصل بیان اکبرمسیح صاحب نے رسالہ ضربت عیسوی(یہ کتاب ہماری ویب سائٹ پر موجود ہے) میں کیاہے۔ یہاں مجھے ذکرکرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

بعض صاحبوں نے قرآن کی اس آیت سے (ماقتلو وما صلبو)یہ سمجھا کہ نہ وہ قتل کیا گیانہ وہ صلیب دیا گیا۔ لیکن کیا ان الفاظ کے کچھ اورمعنی نہیں ہوسکتے۔ شاید ان الفاظ سے یہ مراد ہو کہ یہودی لوگ مسیحیوں کو چڑانے کے لئے یہ کہتے تھے کہ ہم نے تمہارے مسیح کو مارڈالا۔لیکن خدا ان کے غرور کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ تم نے نہیں بلکہ میں نے اسے صلیب پر مصلوب ہونے دیا۔ چنانچہ مقدس پطرس یہودیوں کے سامنے وعظ کرتے وقت اس کا ذکر کرتا ہے" جب (یعنی یسوع)خدا کے مقررہ انتظام اورازلی علم کے موافق پکڑوایا گیا۔ توتم نے بے شرع لوگوں کے ہاتھ سے اُسے میخیں گڑواکر مارڈالا"۔ اوربعض عالم ماصلبوہ کے یہ معنی بھی کرتے ہیں توکیوں ایسے معنی اختیار کئے جائیں۔ جوانجیل شریف کے بیان اورانبیائے سلف کی پیشینگوئیوں کے خلاف ہوں اوریوں نجات کے طریقہ سے دورجاپڑیں۔

کبھی کبھی غیرمسیحی ہم پریہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ اب مسیحیوں کو گناہ کرنے کی آزادی ہے جتنے گناہ چاہیں کرلیں کیونکہ مسیح ان کے لئے کفارہ ہوگیا۔ اے صاحبو صدیوں سے مخالفوں نے یہ الزام ہم پر لگایا اورمسیحیوں نے برابر اس کا انکار کیا ہے کہ مسیح کے کفارہ کا یہ مقصد نہیں کہ ہم گناہ کیاکریں۔ چنانچہ مقدس یوحنا نے فرمایا کہ وہ"(یسوع) اسلئے ظاہر ہوا تھا کہ گناہوں کو اٹھالے جائے اوراُس کی ذات میں گناہ نہیں جوکوئی اُس میں قائم رہتا ہے۔ وہ گناہ نہیں کرتا" (۱یوحنا۳: ۵، ۶)۔

"اس کے بیٹے یسوع کا خون ہمیں تمام گناہ سے پاک کرتا ہے۔۔۔اگراپنے گناہوں کا اقرار کریں تو وہ ہمارے گناہوں کے معاف کرنے اورہمیں ساری ناراستی سے پاک کرنے میں سچا اورعادل ہے"(۱یوحنا۱۔ ۷، ۹)۔

اے صاحبو یہ خدا کی محبت کا تقاضہ تھاکہ اُس نے ہم گنہگاروں کےلئے یہ انتظام کیاہم اس کے بڑے ادب اورشکرگزاری سے قبول کریں۔

لکچر کے ختم ہونے کے بعد چند سوالات حاضرین نے کئے۔ جن کا جواب دیا گیا۔ وہ معمولی سوال تھے اُس لئے اُن کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ایک مزے داربات واقع ہوئی۔ ایک شخص بہت کچھ اعتراض سوچ کرآیا تھا۔ اُس نے

جواب ایک سوال پیش کیا تومیں نے اُس سے پوچھا کہ کیا تم محمدی ہو؟کیونکہ میں اس وقت محمدی صاحبان سے مخاطب ہوں اوراُنہیں کےلئے یہ لکچر دیا گیا ہے اوراُنہیں کے سوالات کا جواب دینا چاہتاہوں ۔ پس اگرتم محمدی ہو تو سب کے سامنے کہہ دوپھر اپنا سوال پیش کرو۔ نہ معلوم اسے کیاہوا کہ وہ اپنے تئیں سب کے سامنے محمدی کہنے سے شرمایا۔ اوریہی اصرارکرتارہا کہ میں یہ نہیں کہونگا کہ میں محمدی ہوں۔ سب مسلمانوں نے اُس سے درخواست کی کہ محمدی ہوکر پھر تم کیوں اقرارنہیں کرتے۔لیکن اُس نے اقرارنہ کیا پرنہ کیا۔ پھرمیں نے یہ بھی عرض کہ اپنے اعتراض کوکسی دوسرے محمدی بھائی کی معرفت پیش کردومیں اس کا جواب دونگا۔ لیکن میں تم سے مخاطب نہ ہوؤنگا۔اُس سےمخاطب ہوکر اُس اعتراض کا جواب دیدونگا۔ اس شخص نے یہ بات بھی نہ مانی اوربہتوں کواُس سے شرم آئی اوراُس بزدلی کے باعث اُسےبہت شرمندہ کیا۔خدا کی شان ہے کہ وہ عین وقت پر مخالفوں کے منہ بند کردیتا ہے۔ اس کی حمدوتعریف ابدتک ہو۔

پندرھواں باب

مچھلی پٹم

ایلور سے روانہ ہوکر بجواڑہ میں آیا وہاں پادری اننتم گارو صاحب کے مکان پر چند گھنٹے ٹھیرا۔ یہ پادری صاحب ایک مشن ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹرتھے۔ بڑے خلیق، ان کی میم صاحبہ نے بڑی خاطر مدارات کی اورمسیحی مہمان نوازی کا ثبوت دیا۔ یہ شہر پیپل کےدرختوں سے باعث بہت مشہورہے۔ کثرت سے پیپل کے درخت ہیں اوراُن میں دودھ کی ندیاں بہ نکلتی ہیں کہتے ہیں کہ گرمی کے موسم میں یہاں کے لوگ پیپل کا دود پیتے ہیں اورگرمی کے وقت ان کے کلیجہ کو سرد کرتا ہے۔ بعض دیگر امراض کے لئے یہ دودھ استعمال ہوتا ہے ۔ خدا کی رحمت کا نشان ہے۔ کہ ہرملک اورہر زمانہ میں اُس نے وہاں کے لوگوں کی آسائش اورضروریات کےلئے حسب حالت سامان بہم پہنچادیا۔ پھر انسان کیوں شکرگزارنہ ہوں۔

یہ شہر دریاے کشناپر واقع ہے اوریہاں سے مچھلی پٹم تک اس دریاے سے نہرنکال کرلے گئے ہیں۔ اورکشتیاں انگریزی

اور دیسی نمونہ کی یہاں ہیں۔ دخانی کشتیاں اکثر ہیں۔ اور بعضوں کو ملاح کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ مختلف درجے ان کشتیوں میں ہوتےہیں۔ اور خاص کوٹھریاں بھی ہوتی ہیں۔ گاڑی کا راستہ بھی مچھلی پٹم تک بنا ہوا ہے ۔لیکن میں کشتی کے سفر کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ چنانچہ ٹھیکدار کے پاس گیا اُس نے دُگنا تگنا کرایہ بتایا۔ اُن کو ذرا آنکھیں دکھائیں اورشرمندہ کیاکہ دیسیوں کی تجارت کے زوال کا ایک بڑا سبب یہ بددیانتی اوردروغ گوئی اورمسافروں کو تکلیف ہی ہے۔ کچھ شرمندہ ہوکر ٹھیکدار نے مناسب کرایہ بتادیا۔ اورمیں کشتی میں سوارہودوسرے روز علے الصباح مچھلی پٹم پہنچ گیا۔ وہاں پادری کلارک صاحب کے مکان پر حاضرہوا۔ وہ بڑی مہربانی سے پیش آئے ۔ کمرہ کا انتظام اُنہوں نے کردیا۔ ہاتھ منہ دھوکچھ تناول کرکے وہاں کے مشن کالج، ٹریننگ کالج اور لڑکیوں کے سکول کا ملاحظہ کیا۔ لڑکیوں کی ڈرل اورکھیلیں دیکھ‌کر بڑی خوشی ہوئی لڑکیاں خوب مضبوط اورخوش نظرآتی تھیں۔ جس سے پتہ لگتاہے کہ کھانے پینے کا انتظام اچھاہے۔ یہاں لاہورکی مس بوس صاحبہ کی بہن بھی رہتی تھیں۔ اُنہوں نے ڈاکٹرمنز صاحب سے شادی کی ہوئی ہے۔ ان کی ملاقات کا شوق دل میں گداگدایا ان کے دردِ دولت پر حاضر ہوا دیکھ کربڑی خوشی ہوئی۔

یہاں محمدیوں کی حالت پستی کی طرف راجع ہے۔ شاید یہ وجہ ہو کہ یہاں چھینٹ کی تجارت بہت ہوتی تھی اور وہ تجارت عموماً ان کے ہاتھ میں تھی ۔ ولایت کی چھینٹ نے اس چھینٹ کو ماند کردیا۔ اسکی بکری گھٹ گئی۔ تجارت برباد ہوگئی۔ تاجروں کی حالت زوال پکڑگئی۔ تعلیم میں بھی یہاں کے محمدی پیچھے رہ گئے ہیں ان کے لئے مشن کی طرف سے بھی چند سکول کھولے گئےہیں جہاں ان کو بلافیس تعلیم ملتی ہے ایک اسکول میں لڑکوں کے سامنے کچھ بیان کرنے کا موقعہ ملا۔ بعد بیان نے بچوں میں مٹھاکی تقسیم ہوئی محمدن لڑکے اردو بخوبی سمجھتے ہیں۔ میں نے اپنے بیان کے متعلق چند باتیں اُن سے دریافت کیں۔ توپتا لگا۔ کہ اُنہوں نے میرا مطلب بخوبی سمجھ لیا تھا۔

پھر دوسرے روز ایک لکچر دیا جس میں چند محمدی تعلیم یافتہ حاضر تھے۔ حاضرین کی تعداد پچاس سے زیادہ نہ

تھی۔ اس روز زین العابدین کا مولود تھا۔ اوریہاں کے ایک مشہور مولوی صاحب رہتے تھے۔ ان کا نام عبدالکریم تھا۔ اوریہاں کے نواب کے ہاں قیام رکھتے تھے ۔ اُن کو پیغام بھیجا تھا۔ کہ اگرممکن ہو تو لکچر میں تشریف لائیں۔ لیکن وہ نہ آسکے ۔ لکچر کے بعد میں نے سوال وجواب کا موقعہ دیا۔ لیکن کسی نے کچھ نہ پوچھا۔ صرف یہ درخواست کی۔ کہ میں ان کے مولوی صاحب کے پاس جاؤں اوران سے ملاقات کروں۔ میں خوشی سے چلنے پر راضی ہوگیا۔ میرے ساتھ دوتین مسیحی شخص تھے مولوی صاحب کے مکان پر محمدیوں کا ایک جمگھٹا لگا ہوا تھا مجھے کرسی دی اورمیں بیٹھ گیا۔ مولوی صاحب تشریف لائے ان کے ہمراہ چند شاگرد تھے نواب صاحب بھی تشریف لائے۔

مولوی صاحب نے بیٹھتے ہی یہ سوال کیاکہ آپ کیا پوچھتے ہیں ۔میں نے جواب دیا ۔ کہ میں کچھ پوچھنے نہیں آیا۔ میں تو صرف آپ کی ملاقات کےلئے آیاہوں۔ اوریہ مناسب بھی نہیں۔ کہ میں آپ کے گھر پر آکر آپ پر حملہ کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہوگا۔ البتہ میں نے لکچر دیا تھا۔ اس وقت میں نے چند باتوں کو پیش کیا تھا اوربعد لکچر حاضرین سے درخواست کی تھی کہ اگر کچھ پوچھنا چاہیں۔ تو پوچھ سکتے ہیں۔لیکن اُنہوں نے کچھ نہیں پوچھا۔ شائد آپ سے بھی کسی نے مضمون لکچر کا ذکر کیاہو۔ اگرآپ نے کچھ اُس کے متعلق پوچھنا ہے تو فرمائیے بندہ حاضر ہے۔ ان کے کہنے پر میں نے کچھ بیان کیاکہ قرآن میں جو درجہ مسیح کو دیا گیا وہ اورکسی نبی کو قرآن میں نہیں دیا گیا۔ چنانچہ اس کی اعجازی پیدائش، اُس کا بچپن ہی سے معجزے کرنا۔ بیماروں کو شفا دینا کوڑھیوں کو پاک صاف کرنا مردوں کو جلانا۔ آسمان پر زندہ چلا جانا۔ اُس کا دوبارہ آنا۔ اُس کا کلمتہ اللہ اور روح اللہ کہلانا۔ یہ ساری باتیں مسیح کے سوا اورکسی ایک نبی میں جمع نہیں ہوئیں اوربجز مسیح کے اورکوئی دوسرا شخص کلمتہ اللہ نہیں کہلایا۔ یہ سن کر مولوی صاحب نے کہا کہ کلمتہ اللہ میں مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں دوسرے پیغمبروں کو بھی یہ لقب ملا ہے۔ مجھے اچھا موقعہ ہاتھ لگ گیا اورمیں نے تاکید سے کہاکہ ہرگزنہیں اگر قرآن میں یہ لقب کسی دوسرے نبی یا پیغمبر کے بارہ میں آیا ہو تو قرآن سے

مجھے دکھاؤ۔ میرے پاس قرآن تھا۔ میں نے پیش کیا۔ کہ نکال کر دکھاؤ۔ اُنہوں نے میرا قرآن تونہ لیا۔ اپنے قرآن منگوائے اور تلاش شروع کی۔میں نے پھر کہہ دیا کہ ہرگز ہرگز قرآن میں نہ پاؤ گے۔ عجب نظارہ تھا۔ سینکڑوں محمدی چاروں طرف موجود تھے۔ مولوی صاحب اوراُن کے شاگرد اپنے اپنے قرآنوں کو الٹ پلٹ کررہے تھے۔ میں بالکل اطمینان سے خاموش بیٹھا اُن کا تماشا دیکھ رہا تھا۔پورا آدھا گھنٹہ اُن کو لگ گیا۔ لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آخر مایوس ہوکے مولوی صاحب نے مان لیا۔ اوربات بھی مان لینے والی تھی۔البتہ مولوی صاحب کی یہ خوبی تھی کہ اُنہوں نے اقرارکیا ورنہ اکثر لوگ کج بحثی کرتے اوراپنے قصورکو ماننا نہیں چاہتے۔اس انصاف پسندی کے لئے میں مولوی صاحب کی داد دیتاہوں پھر اور گفتگو دین کے متعلق ہوتی رہی۔ لیکن وہ زور شور نہ رہا۔ تقریباً ایک گھنٹہ بیٹھ کر وہاں سے رخصت ہوا۔ مولوی صاحب نے بھی فرمایا کہ پھر کب آؤ گے۔ کبھی خط لکھا کرو۔ میں نے بھی ادب سے جواب دیا اور دل میں خدا کی تعریف کرتاہوا اپنے مکان پر پہنچا۔ وہاں سے دوسرے روز رخصت ہوکر کشتی کی راہ بجواڑہ پہنچا۔ وہاں سے ریل پرسوار ہوکر حیدرآباد کو واپس آیا۔

سولھواں باب

بنگلور

ایک روز حیدرآباد میں آرام کرکے پادری گولڈ اسمتھ صاحب کے ہمراہ بنگلور کو روانہ ہوا۔دورہی سے بنگلور کی سرسبزی اورہریاول اور پھولوں پھلوں نے دل کو فرحت بخشی۔یہاں زنانہ مشن کا کام ہوتا ہے۔ ینگ مین کرسچین ایسوسی ایشن بھی تھوڑے عرصہ سے کھلی ہے۔مرے صاحب دل وجان سے اس کام میں مشغول ہیں۔ ایک شاخ اس ایسوسی ایشن کی ہندوستانی بولنے والے کے واسطے بھی کھلی ہے ۔ یہاں محمدی صاحبان کی آمدورفت اکثر رہتی ہے۔ ایک دیسی مسیحی کے سپردیہ کام ہے۔ اُن کا نام حکیم ناصر الدین ہے۔ بڑے جہاندیدہ شخص ہیں۔ عدن میں مدت تک رہ چکے ہیں۔ دیگرممالک کی سیر سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ ہر دلعزیز ہیں۔ اکثر مسلمان ان سے بات چیت کرنے آتے ہیں۔ مرے صاحب کی مہربانی سے میری رہائش کا انتظام بھی اُن کے

ساتھ ہوا۔ مہمان نوازی میں بھی یہ بھائی قابل تعریف ہیں۔ یہاں نوٹس چھپوا کر تقسیم کئے گئے تھے۔ کہ پادری جے علی بخش پنجابی تین وعظ مسلمانوں کیلئے کرینگے۔ اور بعد لکچر سوال وجواب کا موقعہ دیاجائیگا۔چنانچہ میونسپل کمیٹی سے میوہال میں وعظ کرنے کی اجازت مل گئی۔ پہلا لکچر جواس ہال میں دیا گیا یہ تھاکہ" میں کیوں مسیحی ہوں" مسلمانوں نے میری آمد کی خبر سن کر ایک محمدی مشنری صاحب کو دوسری جگہ سے بلایا تھا اُن کا نام مرزا عباس بیگ تھا۔ اُنہوں نے کئی رسالے مسیحی دین کے خلاف لکھے ہیں۔ ہرجگہ جنوبی ہند میں جاتے اورمسیحی دین کی مخالفت کرتے ہیں۔ بنگلور میں بھی تشریف لائے۔ کہتے ہیں کہ چند صندوق کتابوں کے ہمراہ تھے۔ بیس سے زیادہ مختلف ترجمے بائبل کے جمع کررکھے ہیں۔ تاکہ لوگوں پر ظاہر کریں کہ مسیحی لوگ اپنی کتابوں کو ہر سال بگاڑتے اور اپنے مطلب کے مطابق بناتے رہتے ہیں ۔ میں نے بھی خدا سے دعا مانگی۔ اوریہ دعا اس کے حضور تک جاپہنچی اس لکچر کے وقت تین سو کے قریب محمدی کمرہ میں حاضرتھے۔ اُنہوں نے اچھی طرح سے

سنا۔ جب لکچر ختم ہوا میں بیٹھ گیا۔ اس جلسہ میں ہم نے ایک مسلمان صاحب کو میر مجلس مقرر کیا تھا۔ اُنہوں نے اجازت دی کہ حاضرین میں سے اگرکوئی سوال پوچھنا چاہے تو پوچھ سکتا ہے ۔ اس پر مرزا عباس بیگ صاحب کھڑے ہوئے بڑے کروفر سے بائبل پر حملہ شروع کیا۔ چند مقامات کے حوالے پیش کئے ۔ جب وہ اعتراض کرچکے تومیں نے اٹھ کر بائبل کھول کر میر مجلس کے سامنے دھر دی اوران میں سے پہلا مقام نکالا اورپڑھ کر سنایا تو مرزا صاحب کا حوالہ بالکل غلط نکلا میں نے میرمجلس اورحاضرین کو توجہ دلا کر کہا مسیحی دین کے مخالفوں کا یہ شیوہ ہے کہ عبارت کو الٹ پلٹ اور قرینہ سے علٰیحدہ کرکے یا آیتوں کو غلط ملط کرکے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کی ایک نظیراس جلسہ میں حاضرین کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ مرزا صاحب تو برانگیختہ ہوکر آگ بگولا ہوگئے۔ اورجواب کے لئے کھڑے ہوئے اورتھرتھرانےلگے زبان بند تھی۔ بدن پر لرزہ تھا۔ ایک عجیب نظارہ دیکھنے میں آیا سب کی آنکھیں اُن کی طرف لگی تھیں ۔ لیکن مرزا صاحب کی زبان گویا نہ ہوئی چند منٹوں

تک یہی حال رہا توچند مسلمانوں نے بمشکل تمام اُن کو بٹھادیا اورایسا بٹھایاکہ نہ صرف اس جلسہ میں بلکہ مابعد دوجلسوں میں بھی لکچروں کے وقت وہ نہ اٹھے۔ خدا کی شان ہے جو ایسی صریح فتح بخشتا ہے نہ انسانی دلیلوں اور فصاحت سے بلکہ اپنی قدرت سے۔ ایک دوشخصوں نے دوچار معمولی سوال کئے اورمیں نے مختصر جواب دئے۔ اورجلسہ برخاست ہوا۔ اس کےلئے خداکا شکر ہے۔

دوسرے روزبھی اُسی جگہ میں نے اپنا دوسرا لکچر دیا۔ مضمون یہ تھاکہ خدا جسم میں ظاہر ہوا۔ آج مسلمانوں کا بڑا ہجوم تھا۔ کئی محمدی حاضرتھے۔ بعد لکچر چند سوالات محمدی صاحبان نے پوچھے مثلاً۔

۱۔ عیسیٰ کی آمد کی خبرپہلی کتابوں میں نہیں۔

۲۔ وہ کیوں اپنے دشمنوں کے سامنے بھاگتا پھرتا ہے۔

۳۔ اُس نے اپنے شاگردوں کو کہا شمشیرپکڑو۔

۴۔ مسیح نے کہا کہ غریب ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں پرمیں ہمیشہ تمہارے ساتھ نہیں۔

۵۔ مسیح نفسی نفسی پکارتا ہے۔ (اس سے اُن کا اشارہ تھی ایلی ایلی لما شبقتنی)۔

ان کے جواب مختصر طورپر دئے گئے اورجلسہ برخاست ہوا۔

جواب مختصریہ ہیں:

۱۔ یسعیاہ نبی نے مسیح کی پیدائش کے بارہ میں یہ فرمایا "دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اوربیٹا جنیگی اوراُس کا نام عمانوایل رکھیگی"۔ ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا اورہم کوایک بیٹا بخشا کیا اورسلطنت اُس کے کندھے پرہوگی اوروہ اُس نام سے کہلاتا ہے ۔ عجیب ،مشیر خدائے قادرابدیت کا باپ سلامتی کاشہزادہ" میکاہ نبی نے یہ خبردی کہ وہ کس شہر میں پیدا ہوگا۔ "اے بیت لحم افراتاہ ہر چند کہ تویہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کیلئے چھوٹا ہے توبھی تجھ میں سے وہ شخص نکل کرمیرے پاس آئیگا جواسرائیل میں حاکم ہوگا۔ اوراُس کا نکلنا قدیم سے ایام الازل سے ہے"۔ زکریاہ نبی نے یہ ذکرکیا کہ وہ کس جانورپر سوارہوگا" صیحون کی بیٹی سے کہو دیکھ تیرا بادشاہ فروتنی سے گدھی پربلکہ گدھی کہ بچہ پرسوار

ہوکے تجھ پاس آتا ہے" پھر یسعیاہ نبی نے اُس کی موت
اوردکھوں کے بارہ میں مفصل بیان کیا" یقیناً اُس نے ہماری
مشتقیں اٹھالیں اورہمارے غموں کا بوجھ اپنے اوپر چڑھایا۔
پر ہم نے اُس کا یہ حال سمجھاکہ وہ خدا کا مارا کوٹا اورستایا
ہواہے۔ پر وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھائل کیا گیا
اورہماری بدکاریوں کے باعث کچلاگیا۔ ہماری ہی سلامتی
کےلئے اُس پرسیاست ہوئی تاکہ اُس کے مارکھانے سے ہم شفا
پائیں۔ ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے ۔ ہم میں سے
ہرایک اپنی راہ کو پھرا۔ پر خداوند نے ہم سبھوں کی بدکاری
اُس پر لادی ۔ وہ تونہایت ستایا گیا اورغمزدہ ہوا توبھی اُس
نے اپنا منہ نہ کھولا۔ وہ جیسے برہ ذبح کرنے لے جاتے
اورجیسے بھیڑ اپنے بال کترنے والے کے آگے بے زباں ہے۔
اُسی طرح اُس نے اپنا منہ کھولا ۔ ایذا دیکے اوراُس پر حکم کرکے
وہ اسے لے گئے پر کون اُس کے زمانہ کا بیان کریگا کہ وہ زندوں
کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا۔ میری گروہ کے گناہوں کے سبب
اُس پر مارپڑی ۔ اُس کی قبر بھی شریروں کے درمیان ٹھہرائی
گئی تھی پر وہ اپنے مرنے کے بعد دولتمندوں کے ساتھ ہوا۔
کیونکہ اُس نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا اوراُس کے منہ میں ہرگز
چھل نہ تھا"۔ (یسعیاہ ۵۳باب ۴سے ۹آیت تک)۔

الغرض بہت نبیوں نے اُس کی خبردی ہے۔ مشتے
نمونہ ازخروارے یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

۲۔ اُس کواپنے کام کا وقت اورلحظہ معلوم تھا۔ اوروہ
کوئی کام بے وقت نہیں کرتا بلکہ عین وقت پر جواس کیلئے خدا
نے مقررکیا۔ چنانچہ ایک دفعہ اُس کے بھائیوں نے عید خیام
کے وقت اُسے کہاکہ تویہاں سے روانہ ہواوریہودیہ میں جاتاکہ
ان کاموں کا جوتوکرتا ہے تیرے شاگرد بھی دیکھیں۔۔۔۔۔۔ تب
یسوع نے اُنہیں فرمایاکہ میرا وقت ہنوزنہیں آیا۔ پر تمہارا
وقت ہروقت بنا ہے۔۔۔۔۔۔ تم عید میں جاؤ میں ابھی عید
میں نہیں جاتاکہ میرا وقت ہنوزپورا نہیں ہوالیکن جب اُس
کے بھائی روانہ ہوئے تھے وہ بھی عید میں گیا ظاہرانہیں بلکہ
چھپکے اورجاکر ہیکل میں تعلیم دینے لگا۔ تب یہودی تعجب سے
بولے کہ اس مرد کو بغیر پڑھے کیوں کر کتابوں کا علم ہے۔
یسوع نے اُنہیں جواب دیا کہ میری تعلیم میری نہیں بلکہ اُس
کی ہے جس نے مجھے بھیجاوہ شخص جواُس کی مرضی پرچلا

چاہے جائیگاکہ یہ تعلیم خدا کی ہے یاکہ میں آپ سے
دیتاہوں(یوحنا۷باب)۔

اس سے ظاہرہے کہ اُس کے جانے کا وقت اورطریقہ
اُسے خوب معلوم تھا۔ لیکن وہ بزدل نہیں بلکہ سرعام تعلیم
دیتاہے جس سے اُس کی دلیری ظاہر ہوتی ہے۔ جب مسیح
پکڑوایا تھا اُس وقت کی نسبت یوں لکھاہے " پس یہوداہ
سپاہیوں کی پلٹن اورامام اعظم اوردینی علماؤں سے پیادے
لے کر مشعلوں اورچراغوں اورہتھیاروں کے ساتھ وہاں آیا۔
سیدنا عیسیٰ نے ان سب باتوں کو جوآپ کے ساتھ ہونے
والی تھیں جان کرباہر نکلے اوران سے فرمایا کہ کسے ڈھونڈتے
ہو؟ انہوں نے جواب دیا عیسی،ناصری کو۔آپ نے ان سے
فرمایا میں ہی ہوں اورآپ کا پکڑوانے والا یہوداہ ان کے
ساتھ کھڑا تھا۔ آپ کے یہ فرماتے ہی کہ میں ہی ہوں وہ
پیچھے ہٹ کرزمین پرگرے پڑے ۔ پس آپ نے ان سے فرمایا
تم کسے ڈھونڈتے ہو؟انہوں نے کہا عیسیٰ ناصری کو۔ سیدنا
عیسیٰ نے ان سے فرمایا کہ میں تم سے کہہ چکا ہوں میں ہی
ہوں ۔ پس اگرمجھے ڈھونڈتے ہوتو انہیں جانے دو۔(یوحنا
۱۸: ۱تا ۸)۔

کیا اب بھی اُس کی دلیری میں شک ہے۔ اورسنئے اس
وقت سیدنا عیسیٰ کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھاکر
اپنی تلوارکھینچی اورامامِ اعظم کے نوکر پر چلا کر اس کاکان
اڑادیا۔ سیدنا عیسیٰ المسیح نے اس سے فرمایا اپنی تلوارکو
میان میں کرلو کیونکہ جو تلوارکھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے
ہلاک کئے جائیں گے ۔ کیا تم نہیں سمجھتے کہ میں اپنے پروردگار
سے منت کرسکتا ہوں اوروہ فرشتوں کے بارہ تمن سے زیادہ
میرے پاس ابھی موجود کردیں گے ؟ مگر وہ نوشتے کہ یونہی
ہونا ضرورہے کیونکرپورے ہوں گے۔(متی ۲۶: ۵۱تا ۵۴)۔

البتہ اس قسم کا بھاگنا حضرت محمد کے بھاگنے سے
متفرق ہے کیونکہ وہ علی کو اپنے بستر پر سلا کے خود روپوش
ہوئے ۔ غار میں چھپے رہے اور اکاد رہ کر مدینہ کی راہ لی
اورہجرت کی۔ اہل انصاف خودفیصلہ کرلیں۔
ببیں تغاوتِ راہ ازکجا ست تابہ کجا

۳۔) اس اعتراض کا گونه جواب دوسرے سوال کے جواب میں آچکا ہے۔ که مسیح نے اپنے شاگرد کو کہا" اپنی تلوار میان میں کرکیونکه جو تلوار کھینچتے ہیں وہ تلوارہی سے مارے جائینگے"۔ اس سے ظاہر ہے که رسائل انجیل کے مدُعا اورمطلب سے واقف نہیں۔

۴۔ مسائل نے جس مقام پر اعتراض کیا ہے وہ میں پڑھ کرآپ کے سامنے سناۓ دیتاہوں۔آپ خود جانچ لینگے که آنجناب کے اعتراض میں کیا زورہے" یہوداہ اسکریوتی جوآپ کو پکڑوانے کو تھا کہنے لگا۔یہ عطر تین سو دینارمیں بیچ کر غریبوں کوکیوں نه دیا گیا؟ اس نے یہ اس لئے نہیں کہا که اس کو غریبوں کی فکر تھی بلکه اس لئے که چور تھا اورچونکه اس کے پاس ان کی تھیلی رہتی تھی اس میں جوکچھ پڑتا وہ نکال لیتا تھا۔ پس سیدناعیسیٰ نے فرمایا اسے یہ عطر میرے دفن کے دن کے لئے رکھنے دو۔ کیونکه غریب غربا تو ہمیشه تمہارے پاس ہیں لیکن میں ہمیشه تمہارے پاس نه رہوں گا۔ (یوحنا ۱۲: ۴تا ۸)۔

اے حاضرین ذرا سوچئے آپ کس کے ساتھ ہمدرد ہیں یہوداہ کے ساتھ یا مسیح کے ساتھ۔

۵۔ مسیح نفسی نفسی نہیں پکارتا۔ بلکه صلیب پر جو پہلا کلمه بولا گیا جواُن کےمنه مبارك سے نکلتا ہے وہ یہی ہے" اے باپ اُن کو معاف کر کیونکه یہ نہیں جانتے که کیا کرتے ہیں۔(لوقا ۲۳: ۳۴)۔

بنگلورمیں میرا تیسرا لکچرہونے والا تھا۔ که اتنے میں خبرآئی که میونسپلٹی کی جگه آج نہیں سکتی۔ گذشته دن محمدیوں کا شورتھا میونسپلٹی کو فساد کا اندیشه پیدا ہوا۔ اس لئے اجازت نہیں دی۔ مسلمان اس ممانعت سے سخت ناراض تھے۔ اُنہوں نے کہا که ہم ہر طرح کا نقصان بھردینے کو تیارہیں ہم ضمانت دیتےہیں که کسی طرح کا فساد نه ہوگا۔ لیکن میونسپلٹی نے اجازت نه دی۔ ہم سبھوں کوبڑی مایوسی ہوئی ۔ اس پر لنڈن مشن کا ہال جوپہلے ہال سے تقریباً تین میل کے فاصله پر تھا لکچر کےلئے مقرر ہوا۔ چنانچه میونسپلٹی ہال کے دروازہ پر اشتہارچسپاں کیا گیا اورچند اشخاص مقرر کردۓ که جو لوگ وہاں آئیں اُن کو خبردیویں که لکچر فلاں

وقت فلاں روزلنڈن مشن ہال میں ہوگا۔ دوسرے روز بارش ہورہی تھی۔ لکچر کا وقت بھی آپہنچا۔ ہم سب لنڈن مشن ہال میں حاضر ہوئے۔ بارش برستے میں کئی سو محمدی جمع ہوگئے۔ محمدیوں نے اپنی طرف سے ایک شخص کو میر مجلس ہونے کیلئے پیش کیا۔ یہ صاحب ایک آنکھ سے کچھ عاری معلوم ہوتے تھے۔ ہم نے کچھ اعتراض کیا۔ لیکن نقارخانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ دھینگا دھینگی اُس کو کرسی دی گئی ۔ میں نے کفارہ کے بارہ میں بیان کیا۔ بعد لکچر دوچار متفرق اشخاص نے مختلف اعتراض کئے ان میں سے بعض تو وہی تھے جن کے جواب مختلف موقعوں پر دے چکا تھا۔ ایک محمدی نے آخر کا یہ سوال کیا۔ کہ مسیحی لوگ حضرت محمد کو نبی کیوں نہیں مانتے جبکہ وہ نبی آخر الزمان ہیں۔ میں نے جواب دیاکہ مسیح کا شرع واخلاق کامل طورسے منکشف ہوگیا۔ اس لئے اُن کا کام پورا ہوا توان مقاصد کیلئے ہم کو کسی دوسرے کی ضرورت نہ تھی۔ گومسیح کے بعد کئی ایک نبی تو گزرے ہیں۔ جیساکہ رسولوں کے اعمال کی کتاب سے ظاہر ہے۔ اوران نبیوں نے کئی پیشینگوئیاں کیں اوروہ پوری بھی ہوگئیں لیکن نجات کےلئے ہم اُن سے اُمید وارنہیں۔ کیونکہ ہم کو صاف بتادیا کہ آسمان کے تلے زمین پر کوئی اورنام نہیں جس سے نجات مل سکے۔

دوم۔ کفارہ کی اصل یہ بیان ہوئی ہے کہ بلاخون بہائے معافی نہیں۔ توریت میں یہی منکشف ہوا ۔ انجیل میں یہی بیان ہے۔ مسیح کی زندگی اس کی شاہد ہے۔ لیکن قرآن نے کفارہ کو بدلے کے معنی میں تولیا۔ لیکن خون بہائے کو ضروری نہیں ٹھہرایا۔ اورمسیح کے کفارہ کو صاف طورپرنہیں بتایا اسلئے قرآن کے ماننے میں ہم تامل کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں جب ہم حضرت محمد اورحصرت مسیح کی سیرتوں کا مقابلہ کرتے ہیں تو مسیح کی سیرت کہیں اعلیٰ اورافضل معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ جتنی صفات خود قرآن میں حضرت مسیح سے منسوب ہیں کسی اورنبی سے بلکہ حضرت محمد سے بھی منسوب نہیں۔ مثلاً اس کی اعجازی پیدائش اُس کے معجزوں کا بیان کہ وہ بیماروں کا شفادیتے کوڑھیوں کو پاک صاف کرتے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اُن کا کلمتہ اللہ اورروح اللہ ہونا۔ ان کا ہر گناہ سے مبرا ہونا اورسراسر پاک ہونا۔ اُن کا زندہ آسمان

پر اس وقت موجود ہونا روز قیامت سے پیشتر ان کا دوبارہ آنا۔ اب یہ ساری صفات سوائے مسیح کے کسی دوسرے نبی میں یا حضرت محمد میں بحیثیت مجموعی پائی نہیں جاتی۔ ان میں سے فرداً کئی ایک افراد میں پائی جائیں تو پائی جائیں لیکن کلی طورپر وہ کسی دوسرے پر صادق نہیں آتیں۔ مثلاً آدم وحوا کی پیدائش مسیح کی اعجازی پیدائش کے مشابہ ہوسکتی ہے۔ ایلیاہ اورالیشع نبی کے معجزے مسیح کے معجزوں سے ایک درجہ تک مشابہ ٹھہر سکتے ہیں۔ حنوق اورایلیاہ مسیح کے زندہ آسمان پر موجود ہونے کی مثال ہوسکتے ہیں۔ ایلیاہ نبی مسیح کی دوسری آدم کا نمونہ ہوسکتا ہے۔ لیکن کیا کسی نبی اور پیغمبر کو کلمتہ اللہ اورروح اللہ کہہ سکتے ہیں؟ انسانوں میں مسیح کے سوا کون گناہ سے سراسر پاک رہا؟ پھران ساری صفات کا جامع مسیح کے سوا اورکون نظر آتا ہے؟ اس لئے اے محمدی صاحبان ہم مسیح کو مانتے اُسی کو اپنا نجات دہندہ قبول کرتے اوراُسی کا نام آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ آپ بھی اُسی کے وسیلے نجات حاصل کرکے ابدی زندگی کے وارث ہوجائیں۔

جب میں جواب دے چکا ۔ تومیر مجلس صاحب اٹھے۔ اوراُنہوں نے مسیحیوں کے خلاف لکچر دیا۔ جوثالث تھے وہ متعصب طرف دار بن گئے۔ ہر چند میں نے اور دوسرے اصحاب نے اُن کو کہا کہ آپ کے عہدہ میر مجلس کے برخلاف ہے۔لیکن کون سنتا تھا۔ آدھ گھنٹے تک وہ شخص بولتا رہا اس کے بعد کئی اورمحمدیوں نے شورمچایا ۔ہم کو جو پہلے دنوں میں اُن کے اخلاق کا کچھ خیال پیدا ہوگیا تھا۔ اب ہمارے دل سے دورہوگیا۔ خیر شکر ہے اُس کو بھولا نہ جانئے جوشام کو گھر لوٹ آئے۔ دلوں میں خدا سے دعا مانگتے اپنے مکان پر آئے۔